رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

فاروق
قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

۱۲۲ جنرل محمد سعد الدین صاحب بی اے
اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر سکولز
گوجرخان - راولپنڈی
Gojar Khan

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۵ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۴ جولائی ۱۹۳۸ء | نمبر ۲۶

دارالامان کی خبریں

(۱) ہفتہ زیر اشاعت میں حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت بعارضہ بخار وپیچش اور انتڑیوں کی خرابی اور اسہال سے سخت ناساز رہی۔ ۱۳ جولائی کو بخار وغیرہ سے آرام ہے۔ مگر آنکھ میں درد کی شکایت ہے۔ احباب حضور کی کامل صحت کے لئے بہت دعائیں کریں۔

(۲) حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی طبیعت ۱۳ جولائی کو بدستور ناساز ہے۔ احباب خاص طور پر سیدۃ النساء کی صحت وزندگی کے لئے دعائیں کر کے ثواب حاصل کریں۔

(۳) ۱۲ جولائی ساڑھے نو بجے صبح کی ٹرین سے مکرمی صوفی عبد القدیر صاحب نیاز بی۔ اے۔ مجاہد جاپان تین سال جاپان میں خدمت اسلام وتبلیغ سلسلہ کر کے بخیریت واپس دارالامان میں آئے۔ اسٹیشن پر صوفی صاحب کا پرتپاک خیر مقدم مقامی احباب اور نیشنل لیگ کور نے کیا۔ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے و دیگر اکابرین سلسلہ بھی استقبال میں شریک ہوئے۔ صوفی صاحب کو احباب نے ہار پہنائے اور سب نے مصافحہ کیا۔

چندہ جلسہ سالانہ لازمی ہے اسکی ادائیگی جلد شروع کی جاوے

اس بارے میں

حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالے کے تازہ ارشادات

قادیان کا مبارک اجتماع جس کی بنیاد خدا تعالےٰ کے مامور اور مرسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت رکھی۔ اور جو اپنے اندر بے انتہا برکات اور فیوض الٰہی کی زبردست کشش رکھتا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کا یہ سالانہ اجتماع ہر سال پہلے سال سے زیادہ بارونق ہوتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے کہ ہر سال ہزاروں نئے آدمی داخل سلسلہ ہوتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ کہ چندہ جلسہ سالانہ کی آمد میں کچھ معتدبہ زیادتی نہیں ہو رہی۔ اور اخراجات کے برابر بھی چندہ وصول نہیں ہوتا۔ بلکہ چار پانچ ہزار روپے کی کمی رہ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے مد چندہ جلسہ سالانہ مقروض چلی آ رہی ہے۔

اس میں شک نہیں۔ کہ اس کے مقابلہ میں ماہواری مستقل چندوں میں ہر سال نسبتاً بیشی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن چندہ جلسہ سالانہ میں کوئی نمایاں فرق نہیں۔ حالانکہ جماعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس چندہ میں بھی ترقی ہونی چاہیئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یا تو نظارت بیت المال کا اس چندہ کی فراہمی کے متعلق کوئی نقص رہتا ہے۔ یا اس چندہ کی اہمیت کے متعلق احباب کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔

اس نقص کو محسوس کرتے ہوئے اور اس چندہ کی باقاعدگی کے پیش نظر گذشتہ مجلس مشاورت میں نظارت ہذا کی طرف سے اس چندہ کے متعلق تجویز کو رکھا گیا تھا۔ جس پر نظارت بیت المال کی سب کمیٹی نے بعد غور و خوض مجلس مشاورت میں حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے حضور یہ رپورٹ پیش کی۔ کہ:-

"جلسہ سالانہ کا چندہ ایک ماہ کی آمد پر پندرہ فی صدی کی نسبت سے آئندہ لازمی چندوں کے ساتھ بجٹ میں شامل رکھا جاوے"۔

مجلس مشاورت کے نمائندگان کی کثرت نے بھی اسکی تائید کی۔

اس پر حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے جو اظہار خیال فرمایا ہے۔ وہ احباب اور عہدیداران جماعت و نمائندگان مشاورت کی آگاہی اور یاد دہانی کے لئے درج ذیل ہے:-

چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق غلط فہمی

کہ چندہ جلسہ سالانہ چندہ عام ہی کا ایک حصہ ہے حضور نے فرمایا کہ:- "جہاں تک مجھے علم ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چندہ جلسہ سالانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے ہی شروع ہے۔ بعض دوستوں نے غلطی سے یہ سمجھا ہے۔ کہ یہ چندہ عام ہی کا ایک حصہ ہے۔ جسے الگ کر دیا گیا ہے۔ (یعنی سمجھ لیا گیا ہے۔ کہ چندہ عام باقاعدہ دینے والے کو یہ چندہ الگ دینے کی ضرورت نہیں۔ ناظر) حالانکہ مجھے ایک مثال بھی ایسی یاد نہیں۔ جو جلسہ سالانہ کے لئے الگ تحریک نہ کی گئی ہو۔ یہ چندہ نہایت ہی ابتدائی چندوں میں سے ہے۔ اگر اسکو اچھے طور پر پیش کیا جاتا۔ تو میں سمجھتا ہوں وصولی کے لحاظ سے وہ حالت نہ ہوتی جو اب ہے۔"

جماعت کے زمیندار طبقہ کے لئے اس چندہ کا ادا کرنا مشکل نہیں

زمیندار طبقہ سے اس چندہ کی وصولی کے بارے میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کا ارشاد:۔

" چندہ جلسہ سالانہ کی اہمیت زمینداروں کے سامنے اگر پوری طرح واضح کی جاوے۔ تو وہ اپنے ملکی رواج کے مطابق اسے مختلف رنگوں میں پورا کر سکتے ہیں۔ آخر ہماری جماعت ان طبقوں سے ہی آئی ہے جو عرس وغیرہ مناتے تھے۔ اور ہمارے ملک میں اہم چندہ وہی سمجھا جاتا ہے۔ جو عرس کے لئے کیا جاوے۔ اور گو جلسہ سالانہ اور عرسوں میں کوئی نسبت نہیں۔ لیکن زمیندار چندہ جلسہ سالانہ کا نقشہ کھینچتا ہے۔ تو عرس کا نقشہ ہی اس کے ذہن میں آتا ہے۔ پس اس طریق سے اگر زمینداروں سے چندہ وصول کیا جائے۔ جس طرح عرس کے موقعہ پر لوگ وصول کرتے ہیں۔ تو بہت زیادہ آمد ہو سکتی ہے۔"

چندہ جلسہ سالانہ کی شرح بجائے ۱۵ فی صدی کے ۱۰ فی صدی لیکن آئندہ یہ چندہ لازمی ہو گا

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کہ جماعت کے اکثر احباب اس چندہ کو چندہ عام ہی کا حصہ سمجھتے تھے۔ اور خیال کرتے تھے۔ کہ چندہ عام کے ادا کرتے ہوئے اس چندہ کا علیحدہ ادا کرنا کوئی ضروری نہیں۔ ہاں کوئی ادا کر دے۔ تو موجب ثواب ہے۔ لہذا حضور نے اس غلط فہمی کو دور فرماتے ہوئے آئندہ اس چندہ کو لازمی قرار دے دیا ہے۔ اور ساتھ ہی شرح میں بھی کمی فرما دی ہے۔ جیسا کہ حضور نے مشاورت کے موقعہ پر اس چندہ کے متعلق فیصلہ فرماتے ہوئے فرمایا:۔

" پس جہاں میں سب کمیٹی کی تجویز منظور کرتا ہوں۔ کہ آئندہ چندہ جلسہ سالانہ لازمی ہو گا۔ وہاں بجائے پندرہ (۱۵) فی صدی کے دس فی صدی اس چندہ کی شرح کو مقرر کرتا ہوں۔ اور ۱۰ فی صدی چندہ پوری جدوجہد اور کوشش سے وصول کیا جائے تو تیس ہزار روپیہ وصول ہو سکتا ہے۔ اور ہمارا موجودہ خرچ جلسہ سالانہ اس سے کم ہے۔"

۱۰ فی صدی شرح سے زیادہ دینے والوں کے لئے روک نہ ہو گی۔ اس سے کم دینے والوں کو اس شرح پر دینے کے لئے مجبور کیا جائیگا

جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین نے اسی تقریر میں فرمایا:۔

" ۱۰ فی صدی چندہ اخراجات جلسہ سالانہ کے لئے بالکل کافی ہے۔ مگر دس فی صدی کا یہ مطلب نہیں کہ جو پندرہ فی صدی چندہ دینا چاہے۔ وہ نہ دے۔ جو شخص ۱۵ فی صدی چندہ دیتا ہے۔ اس کا اجر خدا کے پاس ہے۔ اور ہم اس کے اجر کے راستہ میں روک نہیں بن سکتے۔ پس اس شرح میں اگر کوئی شخص اپنی مرضی سے زیادتی کرنا چاہے۔ تو ہر وقت کر سکتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو ۱۰ فی صدی چندہ نہیں دیتے۔ انہیں ہم مجبور کریں گے۔ کہ وہ ۱۰ فیصدی چندہ ضرور دیں۔"

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے متذکرہ بالا ارشادات کی موجودگی میں اس چندہ کی اہمیت جتانے کے لئے مزید تشریح یا توضیح کی ضرورت نہیں۔ البتہ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ حضور کی ان ہدایات کی روشنی میں افراد جماعت تک اس چندہ کی اہمیت پوری طرح واضح کر دی جائے۔ اور پھر اس چندہ کی وصولی کے لئے منظم طریق پر پوری طرح جدوجہد کی جاوے۔

لہذا اس تحریک کے ذریعہ احباب اور عہدیداران جماعت مقامی و نمائندگان مجلس مشاورت سے درخواست ہے۔ کہ وہ اس تحریک کو اپنی اپنی جگہ پر ہر ایک مرد و عورت کو پڑھ کر سنا دیں۔ کہ:۔ (۱) یہ چندہ کوئی نیا چندہ نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے جاری ہے۔ (۲) یہ چندہ بالکل الگ ہے۔ چندہ عام کا حصہ نہیں ہے (۳) اس چندہ کی شرح بجائے ۱۵ فی صدی کے ۱۰ فی صدی حضور نے مقرر فرما دی ہے۔ اس سے زیادہ جس قدر کوئی دے دے سکتا ہے۔ (۴) یہ چندہ لازمی ہو گا۔ جس طرح چندہ عام کا ادا کرنا لازمی ہے۔ (۵) احباب کی سہولت کے لئے شرح چندہ کم کر دی گئی ہے۔ یعنی بجائے ۱۵ فی صدی کے صرف دس فی صدی۔ چونکہ ہر ایک کے لئے اس شرح سے چندہ ادا کرنا لازمی ہے اس سے کم دینے والے احباب اور جماعت کو مجبور کیا جائے گا۔ کہ وہ اس نسبت سے ضرور چندہ دیں۔ (۶) زمیندار طبقہ کو اس چندہ کی اہمیت بتلاتے ہوئے سمجھایا جاوے کہ اس مبارک قومی اجتماع کے لئے جس کے ہم خود ہی مہمان ہیں۔ اور خود ہی میزبان۔ اسی اخلاص سے چندہ دیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ جس طرح احمدیت سے قبل وہ عرسوں وغیرہ پر غلہ کی صورت میں گھی اور دیگر اجناس کی صورت میں دیا کرتے تھے

اگر اجناس مرکز میں بغیر کسی مزید بار کے آسانی سے پہنچائی جا سکتی ہوں۔ تو پہنچا دی جائیں۔ ورنہ عہدہ داران جماعت اجناس کو فروخت کر کے رقم مرکز میں پہنچا دیں۔ البتہ گھی چندہ کا جمع شدہ اگر مرکز میں پہنچا دیا جاوے۔ تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ تا خالص گھی جلسہ پر استعمال ہو۔

اس بارہ میں لائلپور اور سرگودھا کی جماعتیں نیز وہ جماعتیں بھی جہاں پر بافراط گھی مہیا ہو سکتا ہو۔ خاص توجہ فرماویں۔

اسی طرح ضلع گورداسپور کی جماعتیں بھی اگر چندہ جلسہ سالانہ میں گندم قادیان پہنچانے کا انتظام کریں۔ تو زیادہ اچھا ہے۔

پہلے چندہ جلسہ سالانہ کی تحریک عموماً ماہ ستمبر میں کی جاتی رہی ہے۔ لیکن خاص وقت میں اس چندہ کو محدود کر دینے سے چندہ دینے والوں کے لئے کچھ غیر معمولی مشکلات پیدا ہو جایا کرتی تھیں۔ اس لئے اس چندہ کی تحریک اس دفعہ بہت عرصہ قبل کی جا رہی ہے۔ تا آسانی سے یکمشت یا بذریعہ اقساط اس چندہ کو آخر نومبر ۱۹۳۸ء تک ادا کر سکیں۔ لیکن مناسب یہی ہے۔ کہ بجائے اس کے کہ اخیر وقت میں یکمشت یہ چندہ ادا کیا جاوے۔ ماہ جولائی ہی سے اقساط کے ذریعہ چندہ جلسہ سالانہ کی رقوم ادا کرنی شروع کر دی جائیں۔ اس سے ایک تو چندہ دینے والوں کے لئے سہولیت ہو گی۔ دوسرے منتظمین جلسہ بہت عرصہ قبل آسانی سے جلسہ کے انتظام میں مصروف ہو سکینگے

اسی طرح زمیندار جماعتیں جو چندہ گھی کی صورت میں ادا کرنا چاہیں۔ وہ ابھی سے جلسہ سالانہ کے لئے گھی جمع کرانا شروع کر دیں۔ ہر ایک احمدی زمیندار جلسہ سالانہ کے لئے ہر روز ایک علیحدہ کنستر میں مناسب مقدار میں گھی جمع کرتے رہیں۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر انتظام کے ماتحت تمام جماعت کا اکٹھا گھی قادیان پہنچا دیا جائے۔ لیکن گھی کی صورت میں چندہ دینے والے احباب کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ان کے گھی کا چندہ ان کی اوسط ایک ماہ کی آمد (جو ان کو جملہ پیداوار سے حاصل ہوتی ہے) کے ۱/۱۰ حصہ سے کسی صورت میں بھی کم نہ ہو بلکہ زیادہ ہو۔ جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے اس مشاورت میں زمینداروں کے اخلاص کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا ہے:۔

" اٹھارہ سو من گیہوں کا جمع کرنا (اٹھارہ سو من آٹا جلسہ سالانہ پر خرچ ہوتا ہے) ضلع گورداسپور کے احمدیوں کے لئے کوئی بڑی بات نہیں۔ اسی طرح لائلپور اور سرگودھا کے ذمہ یہ بات ڈال دی جائے۔ کہ وہ سارا سال گھی جمع کرتے رہیں۔ اور میں تو سمجھتا ہوں۔ اگر ضلع لائلپور اور سرگودھا کے دوست وہی گھی جو اپنے سروں کو لگایا کرتے ہیں۔ چند روز نہ لگائیں۔ اور جمع کرتے رہیں۔ تو اس سے کئی کنستر بھر سکتے ہیں۔ بہرحال زمینداروں سے جنس کی صورت میں اور شہریوں سے روپیہ کی صورت میں اس چندہ کی وصولی کی جائے۔ زمینداروں سے جنس کی صورت میں چندہ لینے کا ایک یہ بھی فائدہ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک زمیندار جو ۴؍ چندہ دے سکتا ہے۔ اس سے اگر جنس کی صورت میں چندہ دینے کے لئے کہا جائے۔ تو بالکل ممکن ہے۔ کہ وہ دو روپیہ کی مرچیں دے دے۔ اور اس طرح اس کا چندہ بہت بڑھ جائے گا۔"

پس حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی ان واضح ہدایات کے مطابق چندہ جلسہ کی ادائیگی اور فراہمی کے لئے جماعتوں کو ابھی سے کوشش شروع کر دینی چاہیئے۔ اور کوشش ایسی ہونی چاہیئے۔ کہ کوئی شخص بھی خواہ مرد ہو یا عورت اس چندہ سے مستثنیٰ نہ رہے۔ جو جماعتیں گھی وغیرہ کی صورت میں چندہ ادا کرنا چاہیں۔ وہ جلد مرکز کو اطلاع دیں۔ چندہ جلسہ کی شرح تبلائی

(بقیہ دیکھو صفحہ ۹ کالم ۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ر جولائی سنہ ۱۹۳۸ء | نمبر ۲۶

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خطبہ جمعہ مورخہ یکم جولائی سنہ ۱۹۳۸ء

میاں عزیز احمد صاحب ضامر مرحوم سے متعلق اپنوں کے خیالات اور معاندین کے اعتراضات

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں نے پچھلے جمعہ میں

پشاور سے آئے ہوئے دو اعتراض

بیان کئے تھے۔ اور اسی طرح دو اعتراض وہ بیان کئے تھے۔ جو مجھے احرار کے خطبات یا ان کی گفتگوؤں سے اخذ کر کے دوستوں نے پہنچائے تھے۔ ان کے جوابوں کے سمجھانے سے پہلے میں نے چند اصول بیان کئے تھے۔ کہ ان اصول کا سمجھ لینا ان جوابوں کے سمجھنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ گذشتہ جمعہ میں وقت کی کمی کی وجہ سے میں نے صرف اصول بیان کرنے پر اکتفا کی تھی۔ اصلی اور تفصیلی جواب بعد کے لئے چھوڑ دئے تھے۔ آج میں ان اعتراضات کو ان کے تفصیلی جواب کے لئے لیتا ہوں۔

پہلا اعتراض

یہ ہے۔ کہ قادیان کے لوگ بے غیرت ہیں۔ جب ان کے ماں باپ کو کوئی گالی دے۔ تو جوش میں آجاتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خاندان کو اگر گالیاں دی جائیں۔ تو صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ اور کہ ہم ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ قادیان میں اسّی فی صدی لوگ ایسے ہیں۔ حالانکہ گالی دینے والے کا علاج سوائے سختی کے کچھ نہیں۔

اس

سوال کے دو حصے

ہیں۔ پہلا حصہ یہ ہے۔ کہ قادیان کے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل کے متعلق گالیاں برداشت کر لیتے ہیں۔ یہ بے غیرتی ہے۔ اور جواب کے لئے پہلے میں اسی حصہ کو لیتا ہوں۔

بے غیرتی اور اس کے مقابل کا لفظ غیرت جو ہے۔ اس کا ماخذ عربی زبان ہے۔ بے غیرتی کی ترکیب ہم نے فارسی طرز پر بنائی ہے۔ مگر دراصل یہ عربی لفظ ہی ہے۔ اور اس کے معنے وہی ہیں۔ یعنی عدم غیرت یا فقدان غیرت۔ یا قلت غیرت۔ غیرت کا نہ پایا جانا۔ یا جاتے رہنا۔ یا کم ہونا۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ غیرت عربی کا لفظ ہے۔ اور ہماری زبان میں اس کا غلط استعمال ہونے لگا ہے۔ عربی میں اس کے وہ معنے نہیں۔ جن معنوں میں ہم اسے استعمال کرتے ہیں۔

عربی میں غیرت کے معنی

یہ ہیں۔ کہ کسی اپنی چیز کا جائز یا ناجائز طور پر دوسرے کے قبضہ یا استعمال میں آنا۔ اور اس استعمال کی برداشت نہ کر سکنا۔ لیکن ہم لوگ جب بے غیرتی کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ تو بعض ناجائز افعال کے لئے کرتے ہیں۔ بے شک ان معنوں کے رو سے بھی کرتے ہیں۔ جو عربی میں ہیں۔ لیکن زیادہ تر یہی معنے لئے جاتے ہیں۔ کہ کوئی ناجائز فعل ہو رہا ہو۔ اور اس پر اظہار نفرت یا غضب نہ کیا جائے۔ اور جب ایسے فعل پر اظہار نفرت یا غضب کیا جائے۔ تو اسے غیرت کہتے ہیں۔ بعض دفعہ لفظوں کے غلط استعمال سے بھی حقیقت پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ ہم ایک غلط لفظ بولتے ہیں۔ اور ہماری مراد اور مطلوب نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر صحیح لفظ بولیں۔ تو اصل مقصد سامنے رہتا ہے۔ اور ہم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ہم اپنے مقصد اور مطلب کو صحیح طور پر ادا کر رہے ہیں۔ یا غلط اور اسی لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ

لفظ غیرت کی وضاحت

کر دوں۔ اور بتا دوں۔ کہ عربی میں غیرت سے کیا مراد ہوتی ہے۔ اور جن معنوں میں ہم اس کا استعمال کرتے ہیں۔ ان کے لئے صحیح لفظ کیا ہے۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ عربی میں غیرت کے معنے یہ ہیں۔ کہ اپنی کوئی محبوب چیز جائز یا ناجائز طور پر کسی دوسرے کے پاس چلی جائے۔ اور اس کے خلاف دل میں غصہ۔ نفرت۔ اور بے چینی پیدا ہو۔ عام استعمال اس کا یہ ہے۔ کہ مثلاً کہیں گے۔ مرد کو اپنی بیوی کے لئے غیرت پیدا ہوئی۔ یا بیوی کو اپنے خاوند کے لئے غیرت پیدا ہوئی۔ اور جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ مرد کو اپنی بیوی کے لئے غیرت پیدا ہوئی۔ تو بیوی کے لفظ سے مراد اسکی موجودہ بیوی اور سابقہ بیوی دونوں ہو سکتی ہیں۔ اس طرح یہ غیرت جائز بھی ہو سکتی ہے۔ اور ناجائز بھی۔ اگر تو اسکی بیوی ناجائز طور پر کسی غیر مرد کے پاس بیٹھی ہو۔ تو یہ غیرت ایک ناجائز فعل کے لئے ہے۔ لیکن اگر وہ بیوی مطلقہ ہو۔ اور اس نے دوسرے سے شادی کر لی ہو۔ اور سابق خاوند کو اس پر طیش آیا ہو۔ تو اس صورت میں یہ غیرت ایک جائز فعل کے خلاف ہوگی۔ اسی طرح کہا جاتا ہے۔ کہ عورت کو خاوند پر غیرت پیدا ہوئی۔ یہ بھی بعض دفعہ جائز فعل پر ہوتی ہے۔ اور بعض دفعہ ناجائز پر۔ اگر تو وہ بدی کی نیت سے کسی غیر عورت کے پاس بیٹھا ہو۔ تو یہ غیرت ناجائز فعل کے لئے ہوگی۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہوں۔ اور جب وہ اپنی ایک بیوی کے پاس بیٹھا ہو۔ دوسری پر یہ گراں گزرے۔ یہ بھی غیرت ہی کہلاتی ہے۔ مگر یہ غیرت جائز فعل کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔ لیکن

حدیثوں میں استعمال

ہؤا ہے۔ چنانچہ ناجائز محبت پر اظہار ناپسندیدگی کے معنوں میں اللہ تعالےٰ کے لئے بھی آتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے لئے سب سے زیادہ غیرت والا ہے۔ اس امر میں کہ وہ اسکی محبت کو چھوڑ کر کسی اور سے لَو لگائیں۔ گویا وہ پسند نہیں کرتا۔ کہ اس کے بندے کسی دوسری طرف جائیں۔ چاہے وہ جانا شرک کے رنگ میں ہو۔ یا فسق و فجور کے رنگ میں۔ اور پھر ایک اور جگہ حدیث میں یہ

جائز فعل کے لئے

بھی استعمال ہؤا ہے۔ حضرت ام سلمہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شادی کی خواہش کی۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ یا رسول اللہ میرے کئی بچے ہیں۔ جن کے پالنے کا مجھے خیال ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ میں بڑی غیرت والی ہوں۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ نعوذ باللہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق کسی ناجائز فعل کا انہیں خیال تھا۔ بلکہ ان کا یہ مطلب تھا۔ کہ آپ کی اور بھی بیویاں ہیں۔ اور میں یہ برداشت نہیں کر سکتی۔ کہ میرا خاوند کسی اور عورت کے پاس بیٹھے۔ اس حدیث میں یہ لفظ ایسے موقعہ پر استعمال ہؤا ہے۔ کہ ناجائز فعل کا کوئی امکان ہی نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ لفظ

اُردو میں

ان معنوں میں بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ زیادہ تر انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ کہ مثلاً کہتے ہیں۔ تمہارے باپ کو گالیاں دی جا رہی تھیں۔ تمہیں غیرت نہ آئی۔ لیکن عربی میں گالی پر غصہ ہونے کے معنوں میں غیرت کا لفظ استعمال نہیں ہوگا۔ بلکہ انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ کہ اپنی چیز کسی دوسرے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے پاس چلی جائے۔ جائز ذریعہ سے یا ناجائز سے۔ اور انسان اسے ناپسند کرے پس جن معنوں میں غیرت کا لفظ ہم استعمال کرتے ہیں۔ کہ

بُرے فعل کو دیکھ کر اُسے ناپسند

کرنا اور فیصلہ کر لینا کہ چاہے کچھ ہو۔ میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ اور یہ بُرائی نہیں ہونے دوں گا۔ عربی میں اس کے لئے غیرت کا لفظ نہیں بولا جاتا۔ قرآن کریم نے اس کے لئے اِبا کا لفظ استعمال کیا ہے۔ گویا جن معنوں میں ہم غیرت کا لفظ بولتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اِبا کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون (۹ - ۳۲) یعنی کفار ہمارے رسول کو مٹانا چاہتے ہیں۔ مگر کیا وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم اس بات کو برداشت کر لیں گے۔ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی اس بات کو کبھی برداشت نہیں کرے گا۔ اور ان کا یہ خواب کبھی پورا نہیں ہونے دیگا۔ خواہ کافر کتنا زور لگائیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ یابی اللہ الا ان یتم نورہ۔ یہاں غیرت کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ اِبا کا ہوا ہے جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہم ہرگز اس بات کو برداشت نہیں کریں گے۔ اور دشمن کی شرارتوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دینگے۔ حدیثوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس موقعہ پر

انکار یا کراہت کا لفظ

استعمال کیا جاتا ہے۔ اور جن امور پر غیرت آئے۔ انہیں منکرات کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ خطبہ جمعہ کے دوسرے حصہ میں جو آیت پڑھی جاتی ہے۔ اس میں بھی یہ الفاظ آتے ہیں۔ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی ینھیٰ عن الفحشاء کے معنی ہیں۔ اللہ تعالےٰ تمام بُری باتوں سے روکتا ہے۔ والمنکر کے معنی ہیں۔ کہ ایسے امور سے خصوصاً جن کے متعلق طبیعت میں غیرت پیدا ہو۔ (یہاں غیرت کا لفظ اردو کے محاورہ کے مطابق استعمال کیا گیا ہے) بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے متعلق کوئی غیرت پیدا نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک شخص جھوٹ بول رہا ہے۔ لیکن اس کے جھوٹ سے کسی کا کوئی تعلق نہیں۔ تو انسان اسے گناہ تو سمجھے گا۔ لیکن طبیعت میں غیرت پیدا نہیں ہوگی۔ مگر ایک شخص بازار میں کھڑا ہو کر گندی گالیاں بک رہا ہے۔ تو جو بھی شریف الطبع آدمی سنے گا۔ اس کے دل میں غیرت پیدا ہوگی۔ کیونکہ وہ خیال کرے گا۔ کہ ہمارے گھر نزدیک ہیں۔ بیوی بچوں تک اسکی آواز پہنچے گی۔ تو ان کے اخلاق پر بُرا اثر پڑے گا۔ پس اسے منکر کہیں گے۔ گویا وہ الفاظ۔ یا اعمال جن کی نسبت طبیعت میں غیرت پیدا ہوتی ہے وہ منکر ہیں۔ اور جن کو ہم صرف بُرا سمجھتے ہیں مگر ان سے غیرت کا سوال وابستہ نہیں ہوتا۔ ان کو فحشاء کہتے ہیں۔ اور بغی وہ ہیں جن کو مٹانے کے لئے ہمیں اجازت ہے۔ اور ہر صورت میں ان کا مقابلہ کرنا ہمارے لئے جائز ہے۔ اس کے مقابلہ میں

انکار یا کراہت کا لفظ

بھی ہے۔ حدیث میں ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ رضؓ سے فرمایا۔ من رائی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہٖ فان لم یستطع فبلسانہٖ وان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان۔ یعنی تم میں سے اعلیٰ درجہ کا مومن وہ ہے۔ کہ جب وہ کسی بدی کو دیکھے۔ تو فلیغیرہ بیدہٖ۔ اسے اپنے ہاتھوں سے مٹا دے۔ فان لم یستطع یعنی اگر وہ ایسا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ تو فبلسانہٖ۔ اسے چاہیئے۔ کہ زبان سے مٹا دے۔ یعنی تبلیغ کرے اور لوگوں کو بتائے۔ کہ یہ بُری بات ہے۔ اس کو ترک کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر وہ ایسا بھی نہ کر سکتا ہو۔ کوئی وقت ایسا آ سکتا ہے کہ زبان سے بھی نہ مٹا سکتا ہو۔ ظالم لوگوں کے قبضہ میں ہے۔ یا مثلاً آج کل ہمارے ملک میں پریس ایکٹ ہے۔ بعض باتیں اگر لکھی جائیں۔ تو ضمانت ضبط ہو جاتی ہے۔ یا نئی ضمانت طلب کر لی جاتی ہے۔ تو فرمایا اگر یہ صورت ہو۔ تو دل میں ہی بُرا سمجھ لیا جائے اور یہ

قلیل ترین ایمان

ہے۔ جس کے بعد کوئی ایمان نہیں۔ مقدم بات تو یہ ہے۔ کہ ہاتھ سے دور کر دے نہیں تو زبان سے مقابلہ کرے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے۔ تو دل میں ہی بُرا منائے۔ اور جو یہ بھی نہیں کر سکتا۔ اس کا ایمان کوئی ایمان نہیں۔ قرآن کریم میں یہ تینوں باتیں بیان ہیں۔ مگر چونکہ مختلف جگہوں سے یعنی پڑتی تھیں۔ اس لئے میں نے اس حدیث کو لے لیا ہے۔ جس میں یہ سب باتیں ایک ہی جگہ ہیں۔ قرآن کریم میں ایک

چوتھا طریق اظہار غیرت

کا بھی بیان کیا گیا ہے۔ جو زبان سے روکنے اور دل میں بُرا منانے کے درمیان ہے۔ اور وہ یہ کہ جب تمہاری محبوب اور بزرگ ہستیوں کی ہتک کی جا رہی ہو۔ تو اس مجلس سے اُٹھ جاؤ۔ اور یہ طریق دل میں بُرا منانے اور زبان سے مٹانے کے درمیان ہے۔ بعض دفعہ ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ اُٹھا نہ جا سکے۔ مثلاً قیدی ہے۔ اس وقت پھر یہی حکم ہے۔ کہ دل میں بُرا منا چھوڑے لیکن اگر وہاں سے اُٹھ سکتا ہے۔ تو پھر دل میں بُرا منا چھوڑنا کافی نہیں ہو سکتا۔ اس وقت اسے یہی چاہیئے۔ کہ اُٹھ جائے۔ اور اگر وہ نہیں اُٹھے گا۔ تو دل میں بُرا منانا اس کے لئے کافی نہیں ہوگا۔ پس جیسا کہ میں بتا چکا ہوں جس فعل پر انسان کو غیرت آئے۔ وہ منکر ہے اور

اظہارِ غیرت کے لئے

اِبار۔ انکار۔ کراہت وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ انہی الفاظ میں قرآن کریم اور حدیث میں غیرت کے مفہوم کا اظہار کیا گیا ہے۔ اِبار کا لفظ غیرت کے لئے اور مواقعہ غیرت کے لئے منکر کا لفظ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ اور حدیث میں منکر انکار یا کراہت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اور یہ سب لفظ درحقیقت ہم معنی ہیں۔ اور یہی اصل غرض کو واضح کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر درجہ کی غیرت کے وقت جو انسان کی ذمہ واری ہے۔ اسے بھی ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً جب عمل کی طاقت ہو۔ تو اس چیز کا مٹا دینا ہی اِبار و انکار کہلا سکتا ہے۔ اور اگر عمل کی طاقت نہ ہو۔ لیکن منہ سے تردید کرنے کی طاقت ہو۔ تو پھر منہ سے یہ بتانا۔ کہ یہ بات جھوٹ ہے۔ غلط ہے۔ اور اس کے جھوٹ ہونے کے دلائل یہ یہ ہیں۔ یہی مناسب صورت انکار کی ہے۔ تیسری انکار کی صورت یہ ہے۔ کہ اگر ہاتھ یا زبان سے روکنے کی طاقت نہیں۔ مگر انسان یہ طاقت رکھتا ہے۔ کہ اس مجلس میں شریک نہ ہو۔ تو وہ اس مجلس سے جس میں بُری بات ہو رہی ہو۔ اُٹھ کر چلا جائے۔ لیکن جب ان تینوں صورتوں میں سے کسی صورت سے انکار نہ ہو سکے۔ تو پھر چوتھا انکار یہ ہے۔ کہ انسان اپنے دل میں سمجھے۔ کہ بہت اچھا ہم نہ ہاتھ سے روک سکتے ہیں۔ نہ زبان سے تردید کر سکتے ہیں۔ نہ اُٹھ کر جا سکتے ہیں۔ مگر ہمارا دل تو کسی کے قبضہ میں نہیں۔ ہم اسے دل سے بُرا مناتے ہیں۔ اور یہ

چاروں ذرائع انکار کے

اس لفظ کے اندر ہی پائے جاتے ہیں۔ انکار عملی بھی ہوتا ہے۔ انکار لسانی بھی۔ انکار اجتنابی بھی اور انکار قلبی بھی۔ قرآن وحدیث میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ان میں یہ بھی خوبی ہے۔ کہ وہ نہ صرف نام ہیں۔ بلکہ حقیقت پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ زبانِ عربی کی یہ خوبی ہے۔ کہ جو نام کسی چیز کا ہو۔ وہ نہ صرف یہ کہ اس چیز کو بتاتا ہے۔ بلکہ اس کے استعمال کے مواقع یا اسکی علت۔ یا اس کے خواص پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔

اس حدیث کے مطابق ہمارے بزرگوں نے ایک واقعہ بھی لکھا ہے۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مومن کی غیرت کس رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔

ایک بزرگ کے متعلق

لکھا ہے۔ کہ وہ بازار میں سے گزر رہے تھے انہوں نے دیکھا۔ بادشاہ کا ایک درباری اپنے دوستوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا سارنگی بجا رہا ہے۔ اس بزرگ نے اسے منع کیا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ اور وہ آگے چلے گئے۔ اگلے روز یہ پھر گزرے۔ تو وہ پھر وہیں بیٹھا سارنگی بجا رہا تھا۔ انہوں نے اس کے ہاتھ سے سارنگی پکڑ لی۔ اور توڑ پھوڑ کر پھینک دی۔ اس بزرگ کا چونکہ اثر لوگوں پر تھا۔ اور لوگ ان کی طرف بہت رغبت رکھتے تھے۔ اس درباری نے ان سے مقابلہ مناسب نہ سمجھا۔ مگر جا کر بادشاہ سے شکایت کی۔ اور اسے کہا۔ کہ اگر آپ کے درباریوں کی یوں ہتک ہونے لگی۔ تو رعب جاتا رہے گا۔ بادشاہ نے اس بزرگ کو دربار میں بلوایا۔ دربار لگا ہوا تھا۔ فوجی پہرہ موجود تھا۔ بادشاہ نے سارنگی اپنے ہاتھ میں لی۔ اور تخت پر بیٹھ کر اسکی تاروں سے کھیلنے لگا۔ وہ بزرگ بھی خاموش بیٹھے رہے۔ اور کچھ نہ کہا جب بادشاہ نے دیکھا۔ کہ وہ بزرگ خاموش ہیں۔ تو اس نے پوچھا۔ کہ کل کیا واقعہ ہوا تھا۔ بزرگ نے دریافت کیا۔ کونسا واقعہ۔ تو بادشاہ نے کہا۔ کہ فلاں شخص سارنگی بجا رہا تھا۔ اور تم نے اسے لے کر توڑ دیا۔ بزرگ نے کہا۔ کہ ہاں حضور میں نے توڑ دیا تھا۔ بادشاہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے پوچھا۔ کیوں؟۔ اس بزرگ نے جواب دیا۔ اس لئے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر تم کسی بدی کو دیکھو۔ تو اسے ہاتھ سے مٹا دو۔ اس پر بادشاہ نے کہا۔ کہ اب میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ اس بزرگ نے جواب دیا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ اگر ہاتھ سے نہ روک سکو۔ تو زبان سے روک دو۔ اور اگر اسکی بھی طاقت نہ ہو۔ تو

دل میں ہی بُرا منا لو

اس وقت مجھے اسی تیسرے حکم پر ہی عمل کی طاقت ہے۔ سو میں کر رہا ہوں۔ تو اسلام نے غیرت کے مفہوم کا اظہار انکار۔ استکراہ۔ کراہت یا اباء کے الفاظ میں کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی مواقع بھی بتا دیئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ قرآن و حدیث میں غیرت کے مفہوم کے ادا کرنے کے لئے جو الفاظ رکھے گئے ہیں۔ ان کو سُننے کے بعد آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ جس مفہوم کو اردو میں لفظ غیرت ادا کرتا ہے۔ اس کے متعلق یہ شرط ہے۔ کہ وہ فعل جس کے لئے غیرت پیدا ہو۔ بُرا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ

مومن کا دل

اچھی چیز کا انکار نہیں کیا کرتا۔ نیز اس سے ثابت ہے۔ کہ غیرت چار صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں ظاہر ہونی چاہیئے۔ اگر جائز ہو اور طاقت ہو۔ تو ہاتھوں سے اس فعل کو مٹا دیا جائے۔ لیکن اگر طاقت نہ ہو۔ یا مقابلہ کی اجازت نہ ہو۔ تو زبان سے اردگرد کے لوگوں کو

صداقت سے آگاہ

کر دیا جائے۔ اور اگر ایسا کرنے کی بھی طاقت نہ ہو۔ تو اس مجلس سے اٹھ کر چلے جانا چاہیئے جس میں شعائر اللہ کی ہتک ہو رہی ہو۔ اور اگر اسکی بھی طاقت نہ ہو۔ تو کم سے کم نیکی یہ ہے۔ کہ دل میں ہی نفرت کا اظہار کیا جائے یہ چار مواقع ہیں۔ جو اسلام نے غیرت دکھانے کے بیان کئے ہیں۔

اب اس تفصیل کے بعد صاف معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ قادیان کے لوگوں پر اس وجہ سے جو پشاور کے دوست نے بیان کی ہے۔ بے غیرتی کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ یعنی اس وجہ سے کہ انہوں نے قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا۔ ان کو بے غیرت نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ میں نے بے غیرتی کی جو تفصیل بیان کی ہے۔ اس میں بتا چکا ہوں۔ کہ اسلامی اصول کے ماتحت جس چیز کو مٹانے کی طاقت ہو۔ یا اس کا مٹانا جائز ہو۔ اسے بے شک مٹا دینا چاہیئے۔ لیکن اگر طاقت نہ ہو۔ یا جائز نہ ہو۔ تو اس کے لئے دوسرا حکم ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا قانون کو ہاتھ میں لینا جائز ہے۔ اور کیا اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ کہ قانون کو اگر اپنی مرضی کے خلاف پاؤ۔ تو اسے توڑ دو۔ اگر تو یہی تعلیم ہے۔ تو بے شک قادیان کے لوگوں پر بے غیرتی کا الزام لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تعلیم دی ہے۔ کہ قانون کو ہاتھ میں نہ لو۔ تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پر عمل کرنے کو بے غیرتی کہنا درست نہیں۔ اور جس نے اس تعلیم کو درست سمجھتے ہوئے اس پر عمل کیا اسے

بے غیرت قرار دینا بڑا ظلم

ہے۔ میں مانتا ہوں۔ کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو سمجھتے ہیں۔ کہ ایسے موقعہ پر قانون کو توڑ دینا جائز ہے۔ ایسے لوگ شریعت اور احمدیت کے رُو سے غلط عقیدہ رکھنے والے ہیں۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ اپنے عقیدہ کے رو سے بے غیرت ہیں۔ غرض چونکہ شریعت نے حکم دیا ہے۔ کہ قانون کو ہاتھ میں مت لو۔ اور ہاتھ مت اٹھاؤ۔ جو اس پر عمل کرتا ہے۔ وہ بے غیرت نہیں کہلا سکتا۔ لیکن جو ہاتھ اٹھانے کو جائز سمجھتا ہے۔ اور نہیں اٹھاتا۔ وہ اپنے عقیدہ کی رو سے بے شک بے غیرت ہے۔ لیکن شریعت کی رو سے پھر بھی بے غیرت نہیں۔ کیونکہ شریعت نے اس موقعہ پر ہاتھ سے مقابلہ کرنے کا حکم ہی نہیں دیا۔ اگر شریعت پر عمل کرنے کا نام بے غیرتی رکھا جائے۔ تو اس کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ خدا تعالےٰ اور اس کے رسول نے بے غیرتی سکھائی ہے۔ پس اگر قانون کی پابندی کی وجہ سے قادیان کے احمدیوں کو بے غیرت کہا جائے۔ تو یہ صرف قادیان کے احمدیوں پر نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ اور اس کے رسول پر بھی الزام ہوگا۔ کیونکہ بے غیرتی کی تعلیم دینے والا بھی بے غیرت ہی ہوتا ہے۔ پس جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ اگر

کسی کا عقیدہ

یہ ہے۔ کہ قانون کو ہاتھ میں لینا چاہیئے۔ وہ چاہے قادیان میں ہو۔ یا پشاور میں۔ اگر ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ تو وہ اپنے عقیدہ کے رو سے بے غیرت ہے۔ کیونکہ غیرت کا حکم صرف قادیان والوں کے لئے ہی تو نہیں۔ یہ تو سب کے لئے ہے۔ خواہ کوئی پشاور کا ہو۔ یا راولپنڈی کا۔ لاہور کا ہو یا کراچی کا۔ کلکتہ کا ہو یا بمبئی کا۔ خواہ کوئی انگلینڈ کا ہو۔ یا امریکہ کا۔ چین کا ہو۔ یا جاپان کا۔ سماٹرا کا ہو یا جاوا کا۔ پس جو شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ شریعت کا یہی حکم ہے۔ کہ ایسے موقعہ پر قانون کو ہاتھ میں لو۔ اور بدی کرنے والے کو مٹا دو۔ تو جس نے بدی کو نہیں مٹایا۔ وہ بے غیرت ہے۔ خواہ کہیں رہتا ہو۔ لیکن اگر شریعت یہ کہتی ہے۔ کہ مت مٹاؤ۔ اور قانون کو ہاتھ میں نہ لو۔ جیسا کہ میرا عقیدہ ہے۔ اور جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے۔ اور جیسا کہ قرآن کریم احادیث اور کلام مسیح موعود سے ثابت ہے۔ تو جس نے اس پر عمل کیا۔ وہ باغیرت ہے۔ کیونکہ

اصل غیرت

یہی ہے۔ کہ انسان خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرے۔ خواہ اپنے نفس کے جوشوں کو کتنا ہی مارنا کیوں نہ پڑے میں نہیں سمجھ سکتا۔ پشاور کے اس دوست کو یہ کیونکر معلوم ہو گیا۔ کہ قادیان میں ایسے دوستوں کی تعداد اسّی فی صدی ہے۔ کہ جن کا خیال ہے۔ بدی کو ہاتھ سے مٹانا چاہیئے جہاں تک میرا علم ہے۔ اور میرا علم اس کے متعلق سب سے زیادہ ہے۔ ایسے لوگ دس فی صدی بھی نہیں ہیں۔ ہم ایسے لوگوں کو جانتے ہیں۔ اور ان کو بھی جانتے ہیں۔ جو بظاہر ہم سے ملے ہوئے ہیں۔ مگر اصل میں ہمارے دشمنوں سے ان کو ہمدردی ہے۔ جن دنوں ہائیکورٹ کے فیصلہ میں بعض ایسے ریمارک ہوئے۔ جن کی بناء پر ان کا غلط مفہوم لے کر

مخالفوں کو اعتراض کا موقعہ

مل گیا۔ تو ایک دوست نے مجھے لکھا۔ کہ میں فلاں شخص کے ساتھ مل کر امتحان کی تیاری کیا کرتا تھا۔ وہ کہنے لگا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح کو (نعوذ باللہ) ضرور سزا ہونی چاہیئے۔ اس میں کیا شک ہے۔ کہ وہ لوگوں کو جوش تو دلاتے رہتے ہیں۔ وہ شخص انجمن کا ملازم ہے۔ قادیان میں رہتا ہے۔ اور بظاہر ہمارے ساتھ ہے۔ مگر دل اس کا آتش کینہ سے پگھل رہا تھا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ کسی طرح ان کو سزا ہو۔ تو میرا دل ٹھنڈا ہو۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے اسکی خواہش کو پورا نہ ہونے دیا۔ پس ایسے لوگ بھی جماعت میں ہیں۔ جن کو

ہماری ہر کامیابی

تیر کی طرح لگتی ہے۔ لیکن جب کوئی ابتلاء کا موقعہ آتا ہے۔ تو وہ آنکھیں کھول کھول کر دیکھتے ہیں۔ کہ کہیں سے روشنی نظر آتی ہے یا نہیں۔ یعنی جماعت تباہ ہوئی ہے۔ یا نہیں۔ مگر یہ کہنا کہ ایسے لوگ اسّی فی صدی ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ میرے علم میں ایسے لوگ دو درجن سے زیادہ نہیں ہوں گے۔ جو مخرجین سے چھپ چھپ کر ملتے ہیں۔ اور گلیوں میں ان کو سلام کہتے ہیں۔ بلکہ اپنا راستہ چھوڑ کر ان سے ملنے کے لئے دوسری گلیوں میں پہنچتے ہیں۔ ہمیں ان کا بھی علم ہے جو انہیں بٹالہ۔ امرتسر یا لاہور میں ملتے ہیں۔ اور باتیں کرتے ہیں۔ ہم ان کو بھی جانتے ہیں۔ جو ان کو غیرت دلاتے اور کہتے ہیں۔ کہ تم نے تو کچھ بھی نہ کیا۔ ہمیں تو تم لوگوں سے بہت امیدیں تھیں۔ گو مجھے اس بے شرمی کی کبھی سمجھ نہیں آئی۔ کہ وہ کس منہ سے ان کو یہ کہتے ہیں۔ کہ تم نے کچھ نہ کیا۔ جن لوگوں سے یہ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ وہ بھی کہتے ہوں گے۔ کہ یہ شخص کیسا بے حیا ہے۔ خود تو ان کے ساتھ بیٹھ کر روٹیاں توڑ رہا ہے۔ اور ہمیں کہتا ہے۔ کہ کچھ بھی نہیں کیا۔ گویا خود بڑا تیس مار خاں ہے۔

یاد رکھو کہ ہمارے حکم کے خلاف ان سے ملنا

ہمارے ساتھ غدّاری ہے

بظاہر ہمارے ساتھ مگر دل سے ان کے ساتھ رہنا خدا تعالےٰ سے غداری ہے اور ان لوگوں سے جو کم سے کم منہ سے تو ہمارا مقابلہ کرتے ہیں۔ کہنا کہ تم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ ان لوگوں کے ساتھ بھی غداری ہے۔ گویا ایسے لوگ انسانوں کے بھی خدا تعالےٰ کے بھی اور احمدیت کی مخالف طاقتوں کے بھی غدار ہیں۔ یہ

تینوں طرف سے لعنت کا مارا ہُوا

جسے جنت تو الگ دوزخ بھی حقارت سے دیکھتی ہے۔ ہمارے مخالفوں سے مل کر کہتا ہے۔ کہ تم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ گویا یہ خود ابھی رستم کو شکست دے کر آیا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہاں میں ایک اور غلطی کا ازالہ بھی ضروری سمجھتا ہوں - بعض لوگوں نے میری طرف یہ بات منسوب کی ہے - کہ میں نے کہا ہے - کہ

قادیان میں پانسو منافق

ہیں - حقیقت یہ ہے - کہ میں نے کبھی ایسا نہیں کہا - جہاں تک میرا علم ہے - میری طرف یہ بات منسوب کرنا جھوٹ ہے - یا پھر ممکن ہے - کوئی غلط فہمی ہو گئی ہو - بعض اوقات ایسا فقرہ بولا جاتا ہے - کہ اگر پانسو منافقین بھی قادیان میں ہوں - تو کیا ڈر ہے - اور ممکن ہے - کسی کو کسی ایسے فقرہ سے غلط فہمی ہو گئی ہو - پس اگر یہ غلط فہمی نہیں - تو مجھ پر افتراء اور بہتان ہے - میرے علم میں ایسے لوگوں کی تعداد ۱۰۰ درجن سے زیادہ نہیں - بلکہ اس سے کم ہی ہو گی -

دوسرا حصہ اس سوال کا

یہ ہے - کہ قادیان میں اسّی فی صدی احمدی ایسے ہیں - کہ جو اپنے ماں باپ کے متعلق گالی نہ سُن سکیں گے - اور گالی دینے والے سے جھٹ لڑ پڑیں گے - پھر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خاندان کے متعلق گالیاں سُنکر کیوں خاموش رہتے ہیں - اس کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں - کہ میرے علم سے یہ بات باہر ہے - کہ اسّی فی صدی لوگ ایسے ہیں - میں یہ جانتا ہوں - کہ ایسے احمدی بے شک ہیں - جو منہ سے تو صبر صبر کی تلقین کرتے رہتے ہیں - مگر جب ان کو یا ان کے ماں باپ کو یا ان کی بیوی یا بیٹی کو کوئی بات کہی جائے - تو ان کو طیش آجاتا ہے - ایسی روایتیں تو میرے علم میں سات آٹھ ہی ہیں - مگر عام انسانی کمزوری اور پھر انسانی نفس کے جوش کو مدنظر رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں - کہ ایسے لوگ اور بھی ہوں گے - لیکن اس دوست کا پشاور میں بیٹھے ہوئے

اسّی فی صدی پر الزام

لگانا درست نہیں - میں اس امر کی تو تصدیق کرتا ہوں - کہ ایسے لوگ ہیں - اور جتنے میرے علم میں ہیں - ان سے بھی زیادہ ہوں گے - لیکن اس بات کو ماننے کے لئے میرا نفس تیار نہیں - کہ اسّی فی صدی ایسے ہیں - لیکن اگر زیادہ بھی ہوں - تو چونکہ ہمیں علم نہیں - اور قرآن کریم کا حکم ہے - کہ لا تقف ما لیس لک بہ علم - یعنی جس بات کا علم نہ ہو - اس کے پیچھے نہ پڑو - ہمیں کوئی حق نہیں - کہ ایسی بات کہیں -

میں اس بات سے بھی متفق نہیں ہوں - کہ جو لوگ ایسے ہوں - ان کے متعلق بھی یہ کہا جا سکتا ہو - کہ وہ لوگ بے غیرت ہیں - ہم صرف اس قدر کہنے کے حقدار ہوں گے - کہ ان میں ایک گناہ پایا جاتا ہے - لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں - کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت نہیں - اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی کہ اگر ان کے ماں باپ کو گالی دی جائے - تو ان کو غصہ آجاتا ہے - اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دی جائے - تو نہیں آتا - یہ نہیں کہا جا سکتا - کہ ماں باپ کو گالی ملنے پر غصہ کا آنا

محبت کا مقام

ہے - اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی ملنے پر غصہ نہ آنا عدم محبت کا مقام ہے - کیونکہ اگر کوئی شخص دو موقعوں میں سے ایک موقعہ پر کمزوری دکھاتا ہے - تو ہمارا یہ حق نہیں - کہ ہم اس کمزوری والے موقعہ کو اسکی اصل حالت سمجھیں - اور دوسری کو بناوٹ کہیں - کیونکہ ہو سکتا ہے - کہ بات اس کے الٹ ہو - کوئی شخص کبھی جھوٹ بولتا ہے - اور کبھی سچ - تو ہمارا یہ حق نہیں - کہ اس کے جھوٹ کو اسکی اصلی حالت قرار دیں - اور سچ کو بناوٹ کہیں - کیونکہ عین ممکن ہے - کہ اسکی اصلی حالت سچ بولنے کی ہی ہو - اور جھوٹ وہ کبھی گھبراہٹ میں بول دیتا ہو - اور جب یہ

دونوں صورتیں

ممکن ہیں - تو ہمارا کیا حق ہے - کہ اسکی گناہ والی حالت کو اصل قرار دیں - زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں - کہ پتہ نہیں - اسکی اصل حالت کیا ہے - مزید دلائل ملیں - تو پتہ لگے - لیکن یہ حق ہمارا نہیں - کہ اسکی کمزوری والی حالت کو درست سمجھیں - اور اس سے مطالبہ کریں - کہ فلاں موقعہ پر جو کمزوری تم نے دکھائی تھی - وہی اب دکھاؤ -

ایک موقعہ پر ایک شخص چوری کرتا ہے - اور دوسرے موقعہ پر نہیں کرتا - تو کیا ہمارا حق یہ ہے - کہ اسے کہیں - دوسرے موقعہ پر بھی چوری کرو - یا یہ حق ہے - کہ ہم اسے یہ کہیں - کہ کسی موقعہ پر بھی چوری نہ کرو - ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے - کہ اگر ایک شخص دو فعل کرتا ہے - جن میں سے ایک شریعت کے خلاف ہے - اور دوسرا مطابق - تو ہم پر یہی واجب ہے - کہ ہم اس سے یہ مطالبہ کریں - کہ وہ ہر موقعہ پر ہی

شریعت کے مطابق

کام کیا کرے - سو ہماری نصیحت ایسے لوگوں کے لئے یہ ہو گی - کہ اپنے اور اپنے رشتہ داروں کے متعلق گالیاں سُنکر بھی صبر کرو - جس طرح تم ان سے زیادہ محبوب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں سُن کر کرتے ہو - اور ہم ان سے یہ نہیں کہیں گے - کہ جس طرح ماں باپ کو گالی سُنکر تمہیں غصہ آجاتا ہے - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سُنکر بھی اس طرح کیا کرو - حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق گالی سُنکر اس کا

صبر کرنا نیکی ہے

اور ماں باپ کے متعلق گالی سُنکر لڑ پڑنا گناہ ہے - اور ہمارا اس سے یہ مطالبہ کسی طرح جائز نہیں - کہ دونوں موقعوں پر گناہ کرو - بلکہ ہم یہی کہیں گے - کہ دوسرے موقعہ پر بھی صبر کرو - ہم یہ نہیں کہیں گے - کہ ماں باپ کے لئے تم کو غصہ آیا تھا - تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کیوں نہیں آتا - بلکہ اسکی غیرت کو اس طرح بھڑکائیں گے - کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق گالی سُنکر تم نے صبر کیا تھا - اپنے ماں باپ کے متعلق گالی سُنکر بھی ویسا ہی صبر کرو - لیکن جو ہماری اس نصیحت کو نہ مانیں - انہیں بھی ہم بے غیرت نہیں کہیں گے - کیونکہ گو ممکن ہے - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق گالی سُنکر بعض لوگ بے غیرتی کی وجہ سے ہی چپ رہتے ہوں - مگر

بعض کے لئے اور وجوہ

بھی ہو سکتی ہیں - اور ہمیں ان کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے - جب نیک اور بد دونوں وجوہ ہو سکتی ہیں - تو ہم کیوں نہ نیک وجہ لیں - یاد رکھنا چاہیئے - کہ دنیا میں بہت سے کام عادتوں سے تعلق رکھتے ہیں - ایک شخص کے سامنے دونوں مواقع آتے ہیں - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی گالی دی جاتی ہے اور اس کے باپ کو بھی - وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق گالی سنتا اور صبر کرتا ہے - لیکن جب اس کے باپ کو گالی دی جاتی ہے - تو وہ لڑ پڑتا ہے اور صبر نہیں کرتا - اسکی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے - کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ یہ تعلیم دیتے رہے ہیں - کہ گالیوں کو سُنکر صبر کرو - اور چپ رہو - اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے - کہ جب ایک شخص کے سامنے آپ کو گالی دی جاتی ہے - تو اسے فوراً آپ کی یہ تعلیم یاد آجاتی ہے - اور وہ خاموش ہو جاتا ہے - لیکن اس کے باپ نے کبھی اسے ایسی نصیحت نہیں کی - اس لئے جب باپ کو گالی ملتی ہے - تو چونکہ صبر کے متعلق اسکی کوئی تعلیم بیٹے کو یاد نہیں آتی - وہ لڑ پڑتا ہے - پس ہم بجائے یہ نتیجہ نکالنے کے کہ اس نے بے غیرتی دکھائی - یہ کیوں نہ نکالیں - کہ یہ بے غیرتی سے نہیں - بلکہ باپ کی طرف سے

تربیت کی کمی

کی وجہ سے ہے - تعلیم کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا حق ادا کر دیا - کہ گالیاں سنو اور صبر کرو - چپ رہو - اور جب ایسا موقعہ آیا - یہ تعلیم اسے یاد آگئی - فوراً اس کے لئے روشنی پیدا ہوئی - اور اندھیرا جاتا رہا - باپ نے اسے ایسی تعلیم نہ دی تھی - اس لئے اندھیرا ہی رہا - اور اندھیرے میں ہی وہ لڑ پڑا -

میں نے گذشتہ خطبہ میں اس امر پر زور دیا تھا - کہ جذباتی فیصلے

بسیط اور مرکب

ہوتے ہیں - آج میں بتاتا ہوں - کہ اسی طرح نیکیاں اور بدیاں بھی بسیط اور مرکب ہوتی ہیں - محض کسی نام کو لے کر ہم فتویٰ نہیں لگا سکتے - کہ ان کے ماتحت کیفیت بھی ایک ہی ہے - کیونکہ ایک نام کے ماتحت بھی کیفیتیں بدلتی رہتی ہیں - مثلاً چوری ہے - چوری کا لفظ ہر چوری کی نسبت بولا جائیگا - مگر اس لفظ کا اطلاق اتنے کاموں کے لئے کیا جاتا ہے - کہ بعض بعض سے بہت ہی مختلف ہوتے ہیں - چونکہ چوری کا ہمارے ملک میں عام رواج ہے - میں اسی کی وضاحت کر دیتا ہوں - کیونکہ دوستوں کو سمجھنے میں آسانی ہو گی - ہمارے زیادہ تر دوست زمیندار ہیں - اور انہی کے ہی ذہن نشین کرانے کی زیادہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضرورت ہے۔ وہ اس مثال سے میرے مطلب کو اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔ بوجہ اس کے کہ ان کے اردگرد کثرت سے یہ فعل کیا جاتا ہے۔ چوری کے معنے ہیں۔ کسی کی نظر بچا کر اسکی چیز کو لے لینا۔ مگر اسکی آگے

کئی اقسام

ہیں۔ جانوروں کی چوری۔ روپیہ کی چوری۔ کھیتی کی چوری۔ جوتیوں کی چوری۔ رومالوں وغیرہ کی چوری۔ مگر خیر جوتیوں اور رومالوں کی چوری تو تعلیم یافتہ لوگوں کی چوری ہے۔ زمیندار تو اسے شاید سمجھ بھی نہ سکیں۔ لیکن پہلی تین قسموں کی چوریوں کو وہ خوب سمجھتے ہیں۔ کوئی شخص روپیہ اور مال کا چور ہوتا ہے۔ کوئی کھیتی کا۔ کوئی جانوروں کا۔ پھر آگے چوری کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ اچک کرلے جانا۔ بھگا کرلے جانا۔ باہر سے کسی کا مال اٹھا کرلے جانا۔ سینده لگانا۔ اب میں چوری کی جنس کے لحاظ سے تقسیم بتاتا ہوں۔ اور ہمارے دوست سمجھ جائیں گے۔ کہ ایک ہی لفظ میں بیسیوں معنے ہوتے ہیں۔ ایک شخص جو جانوروں کی چوری کرتا ہے۔ وہ بالعموم

سینده لگا کر چوری

نہیں کرے گا۔ خواہ کچھ ہو جائے۔ وہ اسے اپنے لئے ذلت قرار دے گا۔ اور کہے گا۔ کہ چوہڑوں کے ساتھ مل کر سینده لگانا بڑی ذلت کا کام ہے۔ اضلاع گوجرانوالہ۔ شیخوپورہ اور گجرات میں جانوروں کی چوری بہت ہے۔ حتیٰ کہ ان اضلاع میں اس چیز کو عیب نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ یہاں تک کہ کچھ عرصہ ہؤا۔ گوجرانوالہ کے ایک ڈپٹی کمشنر نے اپنے ایک فیصلہ میں لکھا تھا۔ کہ چوری کے الزام میں میں ملزم کو سزا تو دیتا ہوں۔ کیونکہ

قانون کا منشاء

یہی ہے۔ لیکن میں اسے چوری نہیں سمجھتا۔ کیونکہ یہ چیز تو ان لوگوں کے لئے معمولی بات ہے۔ اور ایک دوسرے سے انتقام لینے کا ایک ذریعہ ہے۔ حق یہ ہے۔ کہ اس چوری کا بعض قبائل میں تو اس قدر رواج ہے۔ کہ لڑکے کو پگڑی نہیں باندھی جاتی۔ جب تک وہ گائے یا بھینس چرا کر اپنی بہن کو نہ لادے۔ یہ بات ہمارے نانا جان صاحب مرحوم و مغفور سے کسی نے کہہ دی۔ اور یہ ان کے دل میں میخ کی طرح گڑ گئی۔ کہ ان اضلاع کے سب لوگ چور ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک دن وہ مسجد میں فرمانے لگے۔ کہ

ضلع گجرات کے سب لوگ چور

ہوتے ہیں۔ میرا طریق یہی ہے۔ اور یہی درست ہے۔ کہ نہ کوئی قوم ساری کی ساری بُری ہوتی ہے۔ اور نہ اچھی۔ اس لئے میں نے ان کی تردید کی۔ اور کہا۔ کہ سارے تو چور نہیں ہوتے۔ ہاں میں یہ مان لیتا ہوں۔ کہ بعض قوموں میں چوری کی عادت بہت زیادہ ہو گی۔ مگر ان کے دل میں یہ خیال اس طرح بیٹھا ہؤا تھا۔ کہ کہنے لگے۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ کوئی شخص ضلع گجرات کا ہو۔ اور پھر چور نہ ہو۔ میں نے خیال کیا۔ کہ اس مجلس میں اس ضلع کے بھی کوئی دوست بیٹھے ہوں گے۔ اور ان کو اس بات سے تکلیف ہو گی۔ اس لئے زیادہ زور کے ساتھ ان کے اس خیال کی تردید کی۔ مگر انہوں نے اور زیادہ وثوق کے ساتھ

اپنی بات پر اصرار

کیا۔ آخر میں نے سمجھا۔ کہ اس بات کے ازالہ کا یہی طریق ہے۔ کہ میں جماعت کے کسی بڑے اور معزز آدمی کا نام لوں۔ اس کا نام سُنکر یہ خاموش ہو جائیں گے۔ اور میں نے سوچ کر حافظ روشن علی صاحب مرحوم کا نام لیا۔ کہ وہ بھی گجرات کے ہیں۔ مجھے معلوم تھا۔ کہ میر صاحب مرحوم حافظ صاحب کے علم اور تقوے کے قائل تھے۔ میر صاحب مرحوم نے جب ان کا نام سنا۔ تو تھوڑی دیر خاموش رہے۔ اور میں نے سمجھا۔ کہ میری تدبیر کارگر ہو گئی۔ مگر وہ ذرا سی دیر خاموش رہنے کے بعد پھر بولے۔ اور کہا۔ کہ حافظ صاحب گجرات کے ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں تو وہ فرمانے لگے۔ تو پھر وہ بھی ضرور چور ہوں گے۔ میں نے آخر کہا۔ کہ آپ اس امر پر اس قدر زور کیوں دے رہے ہیں۔ تو انہوں نے بتایا۔ کہ اس ضلع میں یہ رسم ہے۔ کہ جب تک کوئی جانور چُرا کر اپنی بہن کو نہ دے۔ اس کے سر پر پگڑی نہیں رکھی جاتی۔ ان کا جواب سُنکر مجھے خیال ہؤا۔ کہ حافظ صاحب کا نام سُننے پر جو وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوئے تھے۔ تو شاید یہ یاد کرنے کے لئے خاموش ہوئے تھے۔ کہ حافظ صاحب پگڑی باندھتے ہیں۔ یا نہیں۔ اب یہ بات جس نے میر صاحب کو بتائی۔ کہ ہر گجرات کے آدمی کو ایک دفعہ ضرور بھینس یا گائے چرانی پڑتی ہے۔ ہے تو غلط لیکن یہ مثال اس حقیقت کا ایک

مبالغہ آمیز نقشہ

ضرور ہے۔ جو گجرات۔ گوجرانوالہ۔ شیخوپورہ کے اضلاع کے بعض قبائل میں بدقسمتی سے پائی جاتی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ان اضلاع میں یہ مرض وسیع ہے۔ کہ جانوروں کی چوری کو کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ جو زیادہ نامی چور ہو۔ اتنا ہی معزز سمجھا جاتا ہے۔ ایک الیکشن کے موقعہ پر ان اضلاع میں سے ایک ضلع میں ایک رئیس

کونسل کی امیدواری

کے لئے کھڑے ہوئے۔ ان کی طرف سے سب ووٹروں کو پیغام بھیج دیا گیا۔ کہ یا تو ووٹ رکھ لو۔ اور یا بھینس۔ دونوں میں سے ایک چیز تو ہمیں دینی پڑے گی۔ مطلب یہ تھا۔ کہ اگر مجھے ووٹ نہ دیئے گئے۔ تو تمہاری سب بھینسیں چوری ہو جائیں گی۔ زمینداروں کے نزدیک ووٹ کی کیا قیمت ہو سکتی ہے۔ بھینس کی قیمت تو ان کے نزدیک بہت ہے۔ خود دودھ گھی کھاتے اور بچوں کو کھلاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ وہ الیکشن میں جیت گئے۔ مگر دوسرے فریق نے شکایت کردی۔ کہ یہ الیکشن تو پہلے ہی ہو چکا تھا۔ آخر وہ الیکشن ناجائز قرار پایا۔ اور اس رئیس کو امیدوار کھڑا ہونے کے حق سے محروم کر دیا گیا۔ دوبارہ الیکشن ہؤا۔ تو اس کا دوسرا بھائی کھڑا ہو گیا۔ اور پھر یہی پیغام ووٹروں کو بھیج دیا گیا۔ اور زمینداروں نے چپ کر کے ووٹ دے دیئے۔ اور پھر کسی نے شکایت بھی نہ کی۔ کہ اگر اس کا انتخاب ناجائز ہو گیا۔ تو تیسرا کھڑا ہو جائے گا۔ مگر ان جانوروں کی چوری کروا دینے والوں کو اگر تم قتل بھی کر دو۔ تو وہ سینده کبھی نہیں لگائیں گے۔ نہ ایسے فعل میں کسی اور رنگ میں شرکت کریں گے۔ اور صاف کہہ دیں گے۔ کہ ہم شریف لوگ ہیں۔ ذلیل نہیں۔ کہ ایسے کام کریں۔ پھر

ایک چوری کھیتی کی ہے

ہمارے ضلع میں دریا کے کنارے یہ بہت ہے۔ تم بسا اوقات دیکھو گے۔ کہ ایک راہگیر اپنے گھوڑے سے اتر کر اپنے پاس کے کھیت میں چھوڑ دیتا ہے۔ اور خود نماز میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اس کے خیال میں اس سے اسکی عبادت میں کوئی نقص نہیں آتا۔ گویا حس ہی باقی نہیں رہی۔ کہ یہ بھی چوری ہے۔ پھر تعلیم یافتہ لوگوں میں

ایک چوری ریل کے کرایہ کی

ہوتی ہے۔ ریل میں مفت سفر کریں گے۔ یا تھرڈ کا ٹکٹ لے کر انٹر یا سیکنڈ میں بیٹھ جائیں گے۔ اور وہ اسے چوری نہیں بلکہ اپنی زیرکی اور ہوشیاری سمجھتے ہیں۔ مجھے یاد ہے۔ میں چھوٹا ہی تھا۔ اور نانا جان مرحوم کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ نانا جان مرحوم بات کرنا خوب جانتے تھے۔ مجھے تو اب تک یہ نہیں آتا۔ میں خود بات نہیں کر سکتا۔ کوئی کرے۔ تو پھر کر سکتا ہوں۔ مگر نانا جان مرحوم کو اس کا خوب ملکہ تھا۔ وہ بات کہیں سے شروع کر کے کہیں لے آتے۔ اور پھر تبلیغ کر دیتے تھے۔ تو اس سفر میں میر صاحب نے دنیا کی عام اخلاقی حالت کا تذکرہ شروع کیا۔ کہ ایسی ایسی بدیاں دنیا میں پیدا ہو گئی ہیں۔ اور کہ ان کا تقاضا ہے۔ کہ کوئی مامور مبعوث ہو۔ اس مجلس میں ایک بڈھا شخص بیٹھا تھا۔ میر صاحب کی بات سُنکر وہ کہنے لگا۔ کہ جی دنیا کی خرابی کے متعلق آپ کو کیا معلوم ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ دنیا میں کیا کیا خرابیاں اور بدیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ آپ تقویٰ کو رو رہے ہیں۔ حالانکہ دنیا میں

انسانیت کا نام بھی باقی نہیں

رہا۔ میں جیل کا داروغہ ہوں۔ میرا ملزموں سے واسطہ رہتا ہے۔ اور میں ان برائیوں سے خوب واقف ہوں۔ غرضیکہ وہ مجلس پر ایسا چھا گیا۔ کہ میر صاحب کو بات کا موقعہ تک نہ مل سکا۔ اسکی گفتگو سُنکر یہ عام اثر تھا۔ کہ وہ بہت اچھا لکھا پڑھا آدمی ہے۔ اور اخلاق کا ماہر۔ اتنے میں ایک سٹیشن آیا۔ جہاں ٹکٹ چیک ہوتے تھے۔ چنانچہ ہمارے کمرہ میں بھی جو انٹر کلاس تھا ایک ٹکٹ چیک کرنے والا آگیا۔ اس نے ٹکٹ دیکھنے شروع کئے۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ ان صاحب کا ٹکٹ تھرڈ کا تھا۔ بابو نے کہا۔ یہ ٹکٹ تو تھرڈ کا ہے۔ اب یہ تو ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص جلدی میں۔ یا تھرڈ میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ سمجھ کر بیٹھ جائے کہ آگے چل کر زاید کرایہ دے دوں گا۔ لیکن جب اس بابو نے یہ سوال کیا۔ تو بجائے اس کے کہ وہ اس قسم کا کوئی جواب دیتا۔ اس کے چہرہ کا نقشہ ہی بالکل بدل گیا۔ اور ایک ہوشیار جہاندیدہ کی جگہ چہرہ پر سے

حمق اور سادگی کے آثار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نظر آنے لگے۔ اور وہ نہایت ہی سادگی سے کہنے لگا۔ کہ کیوں صاحب یہ انٹر کیا ہوتا ہے۔ اور سب وہ لوگ جو ابھی اسکی تقریر سُن رہے تھے۔ اور یوں محسوس کر رہے تھے۔ کہ وہ گویا وہ دنیا کی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ حیران رہ گئے۔ بابو نے اسے ایک بیوقوف بُڈھا سمجھکر کہا۔ کہ اچھا میں تم سے کوئی زاید کرایہ وصول نہیں کرتا۔ تم اب اُٹھ کر تھرڈ میں چلے جاؤ۔ اور اس نے اسے تھرڈ کے کمرہ کا رنگ بتایا۔ کہ اس اس رنگ کا کمرہ ہے۔ اس پر وہ کہنے لگا۔ کہ میں تو بوڑھا آدمی ہوں۔ کس طرح اٹھاؤں۔ آپ یہ دو پیسے لے لیں۔ اور وہاں میرا اسباب چھوڑ آئیں۔ گویا وہ اتنا سادہ آدمی ہے۔ کہ اسے یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ یہ ریلوے کا بابو ہے۔ یا قلی۔ اور گویا یہ پہلی دفعہ ہی سفر کرنے لگا ہے۔ تو ایسے لوگ بھی ہیں جو ریل کی چوری کو چوری نہیں سمجھتے۔ جس طرح قادیان میں ایک ایسا طبقہ ہے۔ جو لنگر کی روٹی کی چوری کو چوری نہیں سمجھتا۔ یا جیسے میرے پاس اکثر شکایتیں پہنچا کرتی تھیں۔ کہ مقبرہ بہشتی میں درختوں کے پھول یا پھل لوگ توڑ لیتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے باغ خریدا ہوا ہوتا ہے۔ ان سے لڑائی ہو جاتی ہے۔ اور جب کسی کو منع کیا جائے۔ تو وہ کہدیتا ہے۔ کہ صرف برکت کے لئے یہاں کی چیز لی ہے۔ آخر میں نے انجمن والوں کو حکم دیا۔ کہ یہاں کے پھول اور پھل آئندہ فروخت نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس طرح مہمانوں کی ہتک بھی ہوتی ہے۔ اور خواہ مخواہ لوگوں کو مصیبت میں ڈالا جاتا ہے۔ کیونکہ لوگ برکت کی چیز خیال کر کے ہاتھ ڈال ہی دیتے ہیں۔

تو چوری بُری چیز ہے۔ مگر بعض لوگوں کے لئے بعض مواقع پر یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ فلاں کام بھی چوری ہے۔ ہاں ایک دوسرے فعل کو وہ فوراً چوری قرار دے دیں گے اور انہیں غصہ آجائے گا۔ کہ یہ ایسا گندہ شخص ہے۔ جو چوری کرتا ہے۔ اب آپ لوگ خیال کریں۔ کہ چوری کی بھی کئی اقسام ہیں۔ اور صرف چوری کے نام سے یہ سمجھنا صحیح نہیں۔ کہ سب چوریاں ایک ہی قسم کی ہوتی ہیں۔ ٹکٹ کی چوری کرنے والا بھی چور ہے۔ مگر وہ کسی کی بھینس یا روپیہ نہیں چرائے گا۔ بلکہ اسے بہت بُرا سمجھے گا۔ بعض بڑے بڑے معزز ای۔ اے۔ سی اور ڈپٹی کمشنر کے مرتبہ کے لوگ بلا ٹکٹ سفر کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا۔

ایک ڈپٹی کو سزا ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ ہمیشہ پلیٹ فارم ٹکٹ لے کر ریل میں سوار ہو جاتا تھا۔ اور جہاں پہنچنا ہوتا۔ وہاں کسی دوست کو لکھ دیتا۔ کہ میرے لئے ایک پلیٹ فارم ٹکٹ لیتے آنا۔ اور وہی دکھا کر باہر چلا جاتا۔ اور خود منہ میں جھاگ لا لا کر چوروں کو سزا دیتا ہوگا۔ کہ خبیثو اور بے حیاؤ۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ چوری کرتے ہو۔ مگر خود اسے احساس تک نہیں تھا۔ مختصر یہ کہ

نیکیوں اور جرائم کی اقسام

ہوتی ہیں۔ یہ نہیں کہ جو ایک قسم کی چوری کرتا ہے۔ وہ دوسری قسم کی بھی کر سکتا ہے نہ صرف یہ کہ وہ اسے کر نہیں سکتا۔ بلکہ بہت بُرا سمجھتا ہے۔

پس جو شخص ایک جگہ جوش دکھاتا ہے ضروری نہیں۔ کہ دوسری جگہ نہ دکھانا بے غیرتی کی وجہ سے ہو۔ عین ممکن ہے۔ ایک جگہ وہ عادت کی وجہ سے ایسا کرتا ہو۔ اور دوسری جگہ عادت نہ ہونے کی وجہ سے۔ اور پھر ایک جگہ غلطی دیکھ کر ہمارا یہ فرض نہیں۔ کہ دوسری جگہ بھی غلطی کرائیں۔ بلکہ چاہیئے۔ کہ اس جگہ بھی صحیح کرائیں۔ یہ نہیں کہنا چاہیئے۔ کہ اے بے غیرتو اپنے ماں باپ کے لئے گالی سن کر تم جوش میں آجاتے ہو۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے سُنکر کیوں جوش میں نہیں آتے۔ بلکہ ہمیں یہ کہنا چاہیئے۔ کہ اے عزیزو اپنے لئے اور اپنے رشتہ داروں کے لئے جوش دکھا کر تم اپنی حالت کو کیوں مشتبہ کرتے ہو۔ ہمت کرو۔ اور جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق گالی سنکر تم صبر دکھاتے ہو۔ اسی طرح اپنے اور اپنے ماں باپ کے متعلق سنکر صبر دکھاؤ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اتقوا مواقع التہم۔ لوگوں کو اپنے اوپر

اعتراض کا موقعہ

نہ دو۔ پس یہ صحیح نہیں۔ کہ ایک جگہ اگر کوئی غلطی کرے۔ تو دوسری جگہ بھی اسے غلطی کرنے کے لئے کہیں۔ بلکہ کوشش یہ کرنی چاہیئے۔ کہ دونوں موقعوں پر غلطی سے بچنے کے لئے کہیں۔ قادیان کے ایک معزز دوست کا خیال تھا۔ کہ ممکن ہے۔ مصری اور اس کے ساتھی جو الزام خلیفۃ المسیح اور خاندان مسیح موعودؑ پر لگاتے ہیں۔ یہ

غلط فہمی سے ہے۔ اور وہ نیک نیتی سے ایسا سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان پر اظہار ناراضگی نہیں کرنا چاہیئے۔ انہی ایام میں احتیاطاً ریل پر بٹالہ آنے اور جانے والے آدمیوں کے نام لکھے جاتے تھے۔ تا یہ معلوم ہو سکے کہ ان لوگوں سے ملنے کے لئے منافق لوگ کیا کیا تدبیریں کرتے ہیں۔ لازماً ان ایام میں ہر شخص کا نام لکھا جاتا تھا۔ حتیّٰ کہ خود ناظروں کا نام بھی لکھا جاتا تھا۔ انہیں کسی طرح معلوم ہوا۔ کہ ان کا نام بھی بعض دفعہ لکھ کر فہرست میں پیش ہوا ہے۔ انہیں اس پر بہت جوش آگیا۔ اور اس پہرہ دار سے لڑ پڑے۔ کہ میں تجھے سیدھا کر دوں گا۔ جب ذمہ وار کارکنوں تک یہ رپورٹ پہنچی۔ تو انہوں نے ان کی اس حرکت کو بہت بُرا منایا۔ اور بعض نے اسے منافقت کا نتیجہ قرار دیا۔ جب میرے پاس یہ رپورٹ آئی۔ تو میں نے کہا۔ کہ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ان صاحب نے اپنے آپ کو خود ایک الزام کے مقام میں کھڑا کر دیا ہے۔ اور کہنے والا کہہ سکتا ہے۔ کہ صاحب مصری پر اظہار ناراضگی ان تمام الزامات کے باوجود جو وہ خلیفہ پر لگاتا تھا۔ آپ کے نزدیک قابل رنج نہ تھا۔ مگر آپ کا محض نام لکھ دینا ایک ناقابل معافی گناہ بن گیا ہے۔ لیکن پھر بھی ہمیں یہ غور کرنا چاہیئے۔ کہ یہ ان کا غصہ

عادت کی وجہ سے

بھی ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ ان کو اپنے متعلق غصہ آنے کی عادت پڑی ہوئی ہو۔ اور ہم چونکہ یہی کہتے رہتے ہیں۔ کہ دشمنوں کی گالیوں پر صبر سے کام لو۔ اس موقعہ پر ان کے خیالات دیانتداری سے یہی ہوں۔ لیکن اپنے متعلق شبہ کے وقت چونکہ کوئی ایسی تعلیم سامنے نہ تھی۔ ان کو غصہ آگیا۔ پس چونکہ ان کے فعل کی ایک دوسری توجیہہ ہو سکتی ہے۔ اس لئے بدظنی کرتے یا ان کو منافق سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ تو ایسے واقعات کثرت سے پیش آتے رہتے ہیں۔ اور مومن کا یہی کام ہے۔ کہ وہ نیکی والا پہلو لے۔

دوسرا اعتراض

یہ ہے۔ کہ میاں عزیز احمد صاحب کی پہلے کوئی مدد نہیں کی گئی۔ جب خلیفۃ المسیح پر اعتراض ہوئے۔ تب خیال آیا۔ سو یہ بھی غلط فہمی ہے۔ گورداسپور میں جو وکیل ان کی

طرف سے پیش ہوا۔ وہ فوجداری میں اس علاقہ کا بہترین وکیل ہے۔ مگر ہماری طرف سے جیسا کہ ایسے ہر موقعہ پر نصیحت ہوتی ہے۔ میاں عزیز احمدؐ کو یہی نصیحت تھی۔ کہ سچ بولیں۔ اگر غلطی ہوئی ہے۔ تو بہتر ہے اسکی سزا اسی دنیا میں بھگت لیں۔ قاضی محمدؐ علی صاحب مرحوم کو بھی میں نے یہی نصیحت کی تھی۔ اور ان کو بھی یہی پیغام بھجوایا تھا۔ کہ اگر قصور ہے۔ تو اس کا اقرار کر لو۔ چنانچہ انہوں نے اقرار کر لیا۔ اور اقراری ملزم کو لائق سے لائق وکیل بھی نہیں چھڑا سکتا۔ تاہم وکیل نے دیانتداری کے ساتھ دفاع کیا۔ اور اسکی بحث کو سُنکر عدالت میں موجود لوگوں میں سے اسّی فی صدی کا یہی خیال تھا۔ کہ پھانسی کی سزا نہیں ہو سکتی بلکہ بعض سرکاری افسروں نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا۔ کہ معاملہ اتنا واضح ہے۔ کہ پھانسی کی سزا نہیں ہو سکتی۔ مگر مجسٹریٹ کا نقطۂ نگاہ اور ہوتا ہے۔ اور وکیل کا اور لائق سے لائق وکیل آتے ہیں۔ مگر مجسٹریٹ ان کی رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔ ہائی کورٹ میں ان کی طرف سے

شیخ بشیر احمدؐ صاحب

پیش ہوئے۔ وہ بھی نوجوانوں میں سے ترقی کرنے والے ہیں۔ اور ایسے نوجوان طبقہ میں سے ایسے وکیل ہیں۔ جن پر لوگوں کی نظریں ہیں۔ کہ کبھی بہت ترقی کر جائینگے۔ وہ بھی جب بحث ختم کر کے آئے۔ تو تمام وکلاء نے ان کو مبارکباد دی۔ کہ تم کیس جیت گئے ہو۔ مگر ججوں نے اور فیصلہ کر دیا۔ اور اس فیصلہ میں کوشش یا عدم کوشش کا کوئی سوال نہیں۔ فیصلہ تو آخر جج نے کرنا ہوتا ہے۔ وکیل نے نہیں۔ پھر یہ بھی غلط ہے۔ کہ جماعت میں جوش پیدا ہوا۔ تو خرچ بھی کیا گیا۔ جماعت میں جوش اسلئے پیدا ہوا۔ کہ فیصلہ میں بعض ریمارک نامناسب تھے مجھے ذاتی طور پر پورا پورا علم تو نہیں۔ مگر جہاں تک میرا خیال ہے۔ ہائیکورٹ کے فیصلہ پر اپیل کے لئے جو وکیل ہماری طرف سے کیا گیا تھا۔ ان کے خرچ سے گورداسپور کے وکیل کا خرچ غالباً کم نہ تھا۔

پھر جیسا کہ میں بتا آیا ہوں

جذبات کا فیصلہ

صرف فعل سے نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے۔ کہ جس پر حملہ ہوا ہے۔ اسکی اہمیت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا ہے۔ ایک حملہ ایک عام احمدی پر ہو۔ اور ایک خلیفۂ وقت پر۔ اور پھر یہ خیال کیا جائے۔ کہ دونوں کے متعلق ایک سے جذبات جماعت میں پیدا ہوں۔ یہ حماقت کی بات ہے۔ ماں باپ پر حملہ کے وقت انسان کے اندر اور قسم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اور محلہ کے کسی آدمی پر حملہ کی صورت میں اور قسم کے۔ پھر الزام کی حقیقت بھی دیکھی جاتی ہے۔ عزیز احمد صاحب پر یہ الزام تھا۔ کہ انہوں نے ایک شخص پر حملہ کیا۔ اور وہ اس کو تسلیم کرتے تھے۔ لیکن جو الزام مجھ پر سمجھا گیا تھا۔ اسے نہ میں تسلیم کرتا ہوں۔ اور نہ جماعت۔ چنانچہ ہائی کورٹ کے پہلے فیصلہ کے وقت یہ خیال کیا گیا تھا۔ کہ ہائی کورٹ نے یہ کہا ہے۔ کہ میں نے قتل کی تحریک کی۔ نہ میں اسے تسلیم کرتا تھا۔ کہ میں نے ایسی تحریک کی تھی۔ اور نہ جماعت اس کو صحیح سمجھتی تھی۔ پس جہاں الزام غلط سمجھا جائے۔ وہاں یقیناً زیادہ جوش پیدا ہوتا ہے۔ میں نے کہا ہے۔ کہ جو الزام مجھ پر سمجھا گیا تھا۔ یہ الفاظ میں نے اس لئے استعمال کئے ہیں کہ ہائیکورٹ نے بعد میں فیصلہ کیا۔ کہ جو معنے ججوں کے فیصلہ کے کئے گئے۔ وہ غلط تھے۔ اور وہ ان کے خیال میں بھی کبھی نہ تھے۔

میرے کان میں مصری پارٹی کی یہ آواز بھی پہنچی ہے۔ کہ ہم پر ناراضگی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ کہ ہم ہائی کورٹ کے فیصلہ کے یہ معنی کیوں کرتے ہیں۔ کہ امام جماعت احمدیہ نے اپنے خطبوں میں قتل کی تحریک کی۔ یا انگیخت کی۔ حالانکہ خود ہی پہلے اس پر شور کیا تھا۔ اور اشتہار شائع کیا تھا اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہائی کورٹ کے فیصلہ سے قبل لوگوں نے وہ معنے سمجھے تھے۔ اور اس وجہ سے ہمیں تکلیف ہوئی۔ اور ہم نے ان معنوں کو مدنظر رکھ کر اظہار رنج کیا۔ اور اس وقت تک ہم کسی پر ان معنوں کی وجہ سے بد دیانتی کا الزام نہیں لگاتے تھے۔ لیکن ہائی کورٹ کے

دوسرے فیصلہ کے بعد

بھی جو وہ معنے لیتا ہے۔ ہم مجبور ہیں۔ کہ اسے بد دیانت کہیں۔ پہلے مصری پارٹی اور احراری دونوں غلط معنے کرتے تھے۔ مگر ہم نے کسی کو بد دیانت نہیں کہا۔ حالانکہ حقیقتاً ججوں کے نزدیک وہ بات نہ تھی۔ جو یہ لوگ پیش کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک جج نے دوسرے مقدمہ کی سماعت کے دوران میں کہا۔ کہ جب ہمارا یہ مطلب ہی نہیں۔ تو اگر کوئی بیوقوف یہ معنے لیتا ہے۔ تو ہمیں کیا۔ لیکن پھر انہوں نے فیصلہ بھی لکھ دیا۔ کہ ان کا یہ مطلب نہیں تھا۔ اور اگر اب کوئی پہلے فیصلہ کے وہ معنے کرتا ہے۔ جو دوسرے فیصلہ سے قبل کئے جاتے تھے۔ تو وہ یقیناً بد دیانتی کرتا ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

آسمان پر زندہ

ماننا شرک ہے۔ لیکن پہلے براہین احمدیہ میں خود یہ عقیدہ بیان کر چکے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص کہے۔ کہ پھر آپ بھی شرک کے مرتکب ہوئے ہیں۔ تو ہمارا یہی جواب ہوگا۔ کہ ہرگز نہیں۔ آپ نے اس وقت یہ خیال ظاہر کیا تھا۔ جب قرآن کریم اور الہام الٰہی سے وضاحت نہیں ہوئی تھی۔ شرک کے مرتکب وہ ہیں۔ جو اس وضاحت کے بعد ایسا کرتے ہیں۔

غرض جس طرح براہین احمدیہ میں حیات مسیح کا عقیدہ لکھنے کی وجہ سے نہ غیر احمدی بری ہوتے ہیں۔ نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض پڑتا ہے۔ اسی طرح پہلے فیصلہ کے وقت میں ہمارا رنج کرنا دوسرے فیصلہ کے بعد بھی الزام لگانے والوں کو نہ بری کرتا ہے۔ اور نہ اس سے ہم پر کوئی الزام آتا ہے۔

بعض لوگ ہمارے مخالفوں میں سے یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ یہ لوگ یونہی جھوٹی خوشی کر رہے ہیں۔ ہائی کورٹ نے تو ان کی اپیل مسترد کر دی ہے۔ اس لئے جو ہم کہتے ہیں وہی درست ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر یہ درست ہے۔ تو اس فیصلہ کو جو فخر الدین صاحب کے لڑکے نے شائع کیا۔

حکومت نے ضبط

کیوں کر لیا۔ حالانکہ ہائیکورٹ کے فیصلہ کو کوئی ضبط نہیں کر سکتا۔ یہ حق حکومت کو اسی وجہ سے حاصل ہوا۔ کہ اسے غلط معنوں میں پیش کیا جاتا تھا۔ پس ضبطی نے بتا دیا۔ کہ جو معنے اس کے پہلے سمجھے گئے تھے وہ صحیح نہ تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو حکومت اسے ہرگز ضبط نہ کر سکتی تھی۔ کیونکہ ہائیکورٹ کے فیصلہ کو اسی صوبہ کی حکومت ضبط نہیں کر سکتی۔ لیکن اب تو باقی حکومتیں بھی اسے ضبط کر رہی ہیں۔ چنانچہ کشمیر گورنمنٹ نے بھی اسے ضبط کر لیا ہے۔ اور اس پر ایک مسلمان اخبار نے لطیفہ کے رنگ میں لکھا ہے۔ کہ حکومت کشمیر اتنی پاگل ہے۔ کہ اسے اتنا بھی علم نہیں۔ کہ وہ ہائی کورٹ کے فیصلہ کو ضبط نہیں کر سکتی۔ اس اخبار کو علم نہیں۔ کہ کشمیر گورنمنٹ پنجاب ہائیکورٹ کے ماتحت نہیں۔ وہ تو اگر چاہے۔ تو اپنے علاقہ میں اصل فیصلہ کو بھی ضبط کر سکتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ جو کتاب ضبط کی گئی ہے۔ وہ ہائی کورٹ کا فیصلہ نہیں۔ بلکہ وہ کتاب ہے۔ جس کا نام ہائی کورٹ کا فیصلہ رکھ کر اس کے اندر ہائی کورٹ کے فیصلہ کی

غلط تشریح

کر دی گئی ہے۔

غرض جب تک دوسرا فیصلہ نہیں ہوا۔ اس وقت تک ہم خود غلط فہمی میں تھے۔ مگر دوسرے فیصلہ نے حقیقت کھول دی۔ اور اب جو بھی یہ کہتا ہے۔ کہ ہائی کورٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ امام جماعت احمدیہ نے میاں فخر الدین کے قتل کی انگیخت کی تھی۔ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اور اگر وہ دیانتدار ہے۔ تو اسے چاہیئے۔ کہ لوگوں میں بیٹھ کر ایسے خیالات کے اظہار کرنے کی بجائے انہیں شائع کرے۔ پھر اسے بھی اور دنیا کو بھی معلوم ہو جائے گا۔ کہ حقیقت کیا ہے۔ (الفضل)

اسکندرونہ اور انطاکیہ پر ترکی قبضہ

استنبول سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ ترکی افواج نے اسکندرونہ اور انطاکیہ میں داخل ہو کر وہاں قبضہ کر لیا ہے فرانسیسی حکام نے ان کے اس قبضہ کو سرکاری طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ فریقین کے اس سمجھوتہ سے ایک گھنٹہ پہلے ترکی فوجیں سرحد کو عبور کر کے اسکندرونہ اور انطاکیہ کے علاقوں میں داخل ہو چکی تھیں۔ جس سے فرانسیسی حکام سخت ہراساں اور سراسیمہ نظر آتے تھے۔ پیرس کی سرکاری خبریں مظہر ہیں۔ کہ ترکوں کی پیشقدمی اور تسلط کی وجہ سے کثیر التعداد فرانسیسی افسروں نے اپنے استعفے داخل کر دئے تھے ؎

ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند

آج زمانہ زور کا ہے۔ جس کی لاٹھی اسی کی بھینس والا معاملہ ہے۔ جرمنی نے رائن لینڈ میں ۹۰ ہزار فوج داخل کر کے فرانسیسی فوج اور افسروں کو بیک بینی و دو گوش وہاں سے بھگا دیا۔ اسی طرح اٹلی نے حبش پر حملہ کر کے اسے دبوچ لیا۔ بعد ازاں ہر ہٹلر آسٹریا کو نگل گیا۔ اور کسی نے دم تک نہ مارا۔ اب ترکوں نے حمیت سے کام لے کر اسکندرونہ اور انطاکیہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ جہاں آبادی میں ان کی اکثریت ہے۔ اور حکومت فرانس ہر دو اضلاع کی واپسی کا وعدہ بھی کر چکی تھی۔ جس کے بعد فرانسیسی افسروں کا جز بز ہونا سراسر بے جا ہے فرانسیسی فوج نے ترکوں کے سامنے ہتھیار ڈال دئیے۔ اور اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا۔ یہ ان کی شرافت سمجھو۔ کیونکہ مقابلہ میں مفت کی خونریزی ہوتی۔ فرانسیسیوں کو معلوم تھا۔ کہ وہ ترکوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکیں گے۔ وہ ان سے ہزار درجہ زیادہ طاقتور اور دنیا کے بہترین سپاہی ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۲)

جا چکی ہے۔ کہ ہر ایک شخص کی ایک ماہ کی آمد کا دسواں حصہ لیا جاوے۔ مثلاً اگر ایک شخص کی ۱۰۰ روپیہ ماہوار آمد ہو۔ تو اس سے دس روپیہ چندہ جلسہ سالانہ میں وصول کیا جاوے۔ اسی طرح زمیندار یا پیشہ ور احباب اپنی سالانہ آمد کی نسبت سے ایک ماہ کی اوسط آمد کا دسواں حصہ چندہ میں ادا کریں۔ مقامی جماعتوں میں بجٹ تشخیص شدہ کی کاپیاں موجود ہوں گی۔ جن سے ہر ایک شخص کی ایک ماہ کی صحیح آمد کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ جس پر چندہ جلسہ سالانہ وصول کرنا ہے۔ بحیثیت مجموعی بجٹ کی رو سے جو کسی جماعت پر چندہ جلسہ سالانہ واجب ہوتا ہے۔ اسکی اطلاع علیحدہ دی جائیگی جسے ہر ایک جماعت نے آخر نومبر ۱۹۳۸ء تک لازمی طور پر پورا کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ تمام لجنات اماء اللہ اور خواتین کی مجالس کو بھی چاہیئے۔ کہ وہ اپنی اپنی جگہ مستورات میں بھی کوشش کر کے اس چندہ میں حصہ لینے کی تحریک کریں۔ اور سب بہنوں کو علیٰ قدر مراتب اس ثواب میں حصہ دار بنائیں۔ اور جس جگہ لجنات اور مجالس خواتین نہ ہوں۔ وہاں عہدیداران جماعت مقامی کو ہی عورتوں میں اس چندہ کی تحریک کرنی چاہیئے۔ الغرض کوشش ایسی ہو۔ کہ کوئی احمدی فرد بھی خواہ ملازمت پیشہ ہو یا تاجر ہو۔ یا زمیندار ہو یا دیگر پیشہ ور ہو۔ کوئی بھی اس چندہ سے مستثنیٰ نہ رہے۔ اور ہر ایک سے باشرح چندہ وصول کرنے کی کوشش کی جاوے۔ بالآخر میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی اپنی ذمہ داری سمجھنے اور پورا کرنے کی توفیق عطا فرماوے

[illegible] ناظر بیت المال قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(از حضرت ذوالفقار علی خانصاحب گوہر رام پوری)

اے ساکنانِ ارض یہ کیا انتشار ہے
ہر شخص اپنے حال میں کیوں بے قرار ہے

قومیں ہوں یا ہوں فردِ سلاطیں ہوں یا فقیر
چھایا ہوا ہر اک پہ غم و اضطرار ہے

کرتے ہیں ہم جب اہل مذاہب پہ اک نظر
ان میں بھی انشقاق ہے اور انتشار ہے

دیر و حرم ہوں یا ہوں کلیسا و صومعہ
ان سب میں رات دن یہی شور و پکار ہے

یارب کسی کو بھیج کہ غم سے نجات دے
تیرے نبی کا ہم کو بہت انتظار ہے

امن و اماں کا نام ہی دنیا میں اب نہیں
آتش فشاں زمیں تو فلک شعلہ بار ہے

امکان و اطمینان زمانہ سے مٹ گیا
خونریزیوں سے سینۂ عالم فگار ہے

حل مشکلات دہر کا دشوار ہو گیا
دامانِ فکر و ہوش و خرد تار تار ہے

جتنا سنبھالتے ہیں بگڑتے ہیں کاروبار
گویا کہ خرمنوں میں یہی خول شرار ہے

ہے علم کائنات سے ہر قوم باخبر
وہ علم ہی تباہیوں کا رازدار ہے

وہ علم ہی اب ان کی ہلاکت کا ہے سبب
پیکِ قضا کی طرح سروں پر سوار ہے

یہ عیشِ چند روزہ میں بدمست ہو گئے
سمجھے کہ لازوال ہے یہ پائیدار ہے

یہ علم اور نتائجِ عملی کی کائنات
فضلِ خدا نہ ہو تو یہ لعنت کا ہار ہے

اک رہنمائے علم و عمل آیا وقت پر
وہ رحمت اور فضلِ خدا لایا وقت پر

قوموں کو آ کے اس نے کہا ہوشیار ہو
مجھکو کرو قبول کہ تم بختیار ہو

میں وہ ہوں جس کے آنے کے تم تھے امیدوار
ناجی ہوں میں سنو میری اور رستگار ہو

میں وہ ہوں جس کی دی تھی خبر ہر رسول نے
کشتی میں میری بیٹھ کے طوفاں سے پار ہو

میرے سوا کوئی نہیں آئے گا حشر تک
کیوں دوسروں کے آنے کا اب انتظار ہو

مہدی ہوں اور کرشن ہوں میں ہوں مسیح وقت
موعود ہر زمیں ہوں میرے سازگار ہو

ہر قوم کا ہے درد میرے دل میں ایک سا
میں جس طرف چلاؤں چلو۔ کامگار ہو

میں شہریارِ امنِ دو عالم ہوں غافلو!
آؤ میری پناہ میں گر ہوشیار ہو

ہے میرے ساتھ ذرہ ہر اک کائنات کا
مانو مجھے کہ رحمتِ پروردگار ہو

میں رحمتِ خدا ہوں ہر اک قوم کے لئے
میں بھی ہوں تم بھی حق کے مددگار ہو

شاہد ہیں آسمان و زمیں میرے صدق کے
تم مجھکو مان لو جو صداقت شعار ہو

جلدی کرو نہ دوستو تکذیب و کفر میں
ایسا نہ ہو خدا کے غضب کا شکار ہو

دینِ محمدی کے صداقت کا ہو نشاں
دیکھو نشانِ صدق اگر بردبار ہو

ہوگا ذلیل و خوار ہر اک منکر و شریر
باز آؤ تم شرارتوں سے تا نہ خوار ہو

سیلاب اور زلازل و امراض و قحط و جنگ
تکذیب کر کے کوئی کیوں ان کا شکار ہو

آئیں گی یہ بلائیں کہ منکر ہلاک ہوں
دنیا پہ میرا صدق بیاں آشکار ہو

مہدی ہوں میں خسوفِ قمر اور کسوفِ شمس
ہوں گے بہم کہ حق کا نشاں آشکار ہو

محفوظ ہر بلا سے رہیں گے وہ پاک دل
مجھ سے میرے خدا سے جنہیں دل سے پیار ہو

ہو کر رہیگا وہ جو نوشتوں میں ہے لکھا
مجھکو قبول کر لو اگر ہونہار ہو

کہتا ہوں سچ نبی بھی اور امتی بھی ہوں
خاتم ہوں اولیا کا میں اور دلربا بھی ہوں

اے ساکنانِ دہر ہوئے پورے سب نشاں
آیا مسیحِ وقت حقیقت ہوئی عیاں

سورج کی طرح اسکی صداقت ہے آشکار
صد حیف اب اسی سے ہو تم ایسے بدگماں

اے سرزمینِ ہند نہیں یاد کیا تجھے
وہ کانگڑہ۔ بہار وہ کوئٹہ کی داستاں

طاعون و قحط اور وہ سیلاب جا بجا
موسیٰ ندی کا زور و سیلاب جاں ستاں

اے سرزمینِ یورپ و امریکہ کیا ہوا
جنگِ عظیم یاد کرو چھوڑو سب نشاں

ڈوئی کو اور پگٹ کو بھلایا تو غم نہیں
حیرت ہے بھولے جنگ کی وہ ہولناکیاں

انجام زارِ روس کا بھولے ہو کس لئے
وہ طمطراق ہم کو دکھاؤ تو ہے کہاں

قیصر کہاں جو کہتا تھا تیغِ خدا ہوں میں
وہ تیغِ جنگ ہو گئی بے تیر کی کماں

وہ احترام کوٹنک ویلڈیز مٹ گیا
ترکی کی وہ خلافتِ علیہ ہے بے نشاں

جاپان و اندلس تھے بہت خوش کہ بچ گئے
کس کو خبر تھی جو کہ گذرتی ہے اب وہاں

ظلمِ عظیم کرتے ہیں یہ اپنی جان پر
کیا جلد بھول بیٹھے تھے وہ خون کی ندیاں

دہرا دیا فلک نے پھر افسانۂ کہن
یاد آیا ظالموں کو وہ گذرا ہوا سماں

اوروں سے جو کیا تھا بھگتنا پڑا وہی
اے اندلوسیہ یہ ہے تقدیرِ آسماں

حبشہ پہ فلسطین جو گذری گذر گئی
یورپ خدا سے ڈر کہ نہ بدلا ملے یہاں

جو پہلے بچ گئے تھے دعاؤں کے زور سے
ڈر ہے کہ آ نہ جائیں کہیں اُن کی باریاں

جو کچھ کہا تھا حضرتِ احمدؑ نے ہو چکا
جو کچھ بتا گئے ہیں وہ سب ہوگا بے گماں

اے غافلو! ہزاروں نشاں دیکھ کر یہ کفر
ایسا نہ ہو غضب کی گریں تم پہ بجلیاں

خاصانِ حق سے لڑ کے تباہی میں مت پڑو
آجاؤ تم نہ دورِ حوادث میں ناگہاں

جو دوستوں کو سمجھے عدو بدنصیب ہے
ہمدرد اسکی ہوگی زمیں اور نہ آسماں

ہوشیار کر رہا ہے تمہیں ایک دردمند
توبہ کرو کہ ہو درِ توبہ نہ تم پہ بند

(الحکم)

پنجاب میں بھی گداگری کا انسداد کیا جائے

یوں تو بنگال۔ یو۔پی۔ دہلی وغیرہ تمام صوبجات میں ہر جگہ گداگروں کی کثرت ہے۔ مگر دہلی لاہور میں پبلک کی بدقسمتی سے ان کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ یہ لکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ کہ یہ لوگ پبلک کے لئے وبال جان ہو رہے ہیں۔ ان کی وجہ سے لوگوں کا ناک میں دم ہے۔ بازاروں میں محلوں میں گلیوں میں دوکانوں پر۔ ہوٹلوں میں غرض ہر جگہ آیند و روند مسافروں اور شہریوں کے ساتھ سایہ کی طرح چپکے رہتے ہیں۔ بعض ممالک میں گداگری جرم ہے۔ وہاں تو پبلک قانونًا ان دشمنانِ امن و عافیت سے محفوظ رہتی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہندوستان میں گداگری جرم تو کیا ایک دلچسپ مشغلہ سمجھا جاتا ہے۔

مقامِ مسرت ہے۔ کہ کلکتہ کارپوریشن کو گداگروں کے متعلق اپنے فرض کا احساس ہوا۔ چنانچہ اس نے انسداد گداگری کی عملی کوشش شروع کر دی ہے۔ کارپوریشن محصول دہندوں پر زائد ٹیکس عاید کر کے ایسے "پؤر ہوس" یعنی محتاج خانے بنائیگی جن میں مستحق گداگروں کو رکھا جائے گا۔ جو گداگر کام کے لائق ہوگا۔ اس کے لئے کام مہیا کیا جائے گا۔ اس تجویز کو فوری عملی لباس پہنانے کے لئے مئیر نے شہر کے متعدد اداروں کے نام حکم جاری کیا ہے۔ کہ تجارتی لائسنس کی فیس کو ۱۲½ فی صدی تک بڑھا دیا جائے۔ جس سے ۱¼ لاکھ روپیہ سالانہ کا فائدہ ہوگا۔

لاہور جو شمالی ہند میں غالبًا سب سے بڑا شہر ہے۔ کیا یہاں پر انسداد گداگری کے لئے اس قسم کا اقدام کرنا گناہ ہے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔

گداگروں کے ہاتھ سے پبلک کو جو ناقابل برداشت ناگفتنی تکالیف باشندگان کلکتہ کو پیش آ رہی ہیں۔ انہیں تکالیف سے اہل لاہور بھی دوچار ہیں۔ یہاں بھی اگر دارالمحتاجین بنا دئے جائیں۔ تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگر اہل لاہور یا یہاں آنے والے سیاحوں کو گداگروں کے ہاتھ سے امن و عافیت حاصل ہو جائے۔ تو اس میں کوئی قباحت یا برائی نہیں ہے۔

مینیجر فاروق کی طرف سے اطلاع

جن خریداروں کا چندہ ۳۰ر جون کو ختم ہو چکا تھا اور جن کے ذمہ بقایا تھا۔ انکو اسم وار فاروق میں اطلاع دے دی گئی تھی۔ جن میں سے بعض نے چندہ ارسال کر دیا۔ یا اطلاع دیدی۔ باقیوں کے نام وی۔پی کر دئے تھے۔ جنہوں نے وی پی واپس کر دئے ان کے نام سے اخبار بند کر دیا ہے۔ جن باقی دوستوں کو وی۔پی پہنچیں۔ وہ براہ کرم وصول فرمالیں۔ ورنہ اخبار ان کے نام کا بند کرا یا جائیگا۔ مطلع رہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وکٹوریہ گرل سکول میں ڈرامہ

معاصر پیسہ اخبار کا مندرجہ ذیل اخلاقی نوٹ افسرانِ تعلیم خصوصاً وزیر تعلیم کی توجہ کے قابل ہے۔ کہ پچھلے دنوں وکٹوریہ گرل سکول لاہور میں ڈرامہ تین دن تک صبح شام ہوتا رہا ہے۔ ڈرامہ ہونے سے قبل اخبارات نے افسرانِ بالا کو توجہ دلائی تھی۔ یہ ڈرامہ کیوں لڑکیوں سے کروایا جا رہا ہے۔ یہ سرکاری سکول ہے۔ حکومت اس پر دو تین ہزار روپیہ ماہوار خرچ کر رہی ہے۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ یہ روپیہ جو بیچاری لڑکیوں نے ڈرامہ کرکے اکٹھا کیا ہے۔ اس میں سے کچھ حصہ تپدق کے مریضوں کے ہسپتال فنڈ میں دیا جائیگا۔ لیکن ہسپتال کے لئے تو ایک وقت یا دو بار ڈرامہ کرنا کافی تھا۔ پانچ چھ بار ڈرامہ کروانے کی سمجھ نہیں آتی۔ پھر سکول کی عمارت سے باہر بھی لڑکیوں نے ڈرامہ کیا۔ سب سے زیادہ اعتراض کے قابل یہ بات ہے۔ کہ ڈیڑھ ماہ تک دسویں جماعت کی لڑکیاں ڈرامہ کے پارٹ ادا کرنے کی تعلیم حاصل کرتی رہی ہیں۔ اور پھر ان کی روزانہ مشق کرائی جاتی تھی۔ تعجب ہے۔ سکول میں ڈیڑھ ماہ سے یہ اودھم بپا ہے۔ اور پرنسپل اور انسپکٹر صاحبہ کو کچھ خبر نہ ہو۔ اگر لڑکیاں اس سال دسویں جماعت میں فیل ہوگئیں۔ تو کون ذمہ وار ہوگا۔

بیچارے والدین کو فیس کا جرمانہ ہوگا مہربانی کرکے افسران بالا کو خصوصاً وزیر تعلیم کو اس ڈرامہ کی اچھی طرح بازپرس کرنی چاہیئے۔ سکول کی پرنسپل یہ بتائیں۔

(۱) ڈرامہ اتنے دن صبح و شام کس کے حکم سے رہا۔

(۲) تقریباً ڈیڑھ ماہ دسویں جماعت کی پڑھائی کیوں بند رہی۔

(۳) وکٹوریہ سکول کی نویں دسویں جماعت کی لڑکیوں نے ہر ایک سکول کالج میں خود جا جا کر سکول ٹائم کے وقت ٹکٹ فروخت کئے۔ (۴) تقریباً ہزار ڈیڑھ ہزار کی جو رقم اکٹھی ہوئی ہے۔ وہ کون سے خیراتی کام میں صرف ہوگی۔ (۵) دسویں جماعت کی لڑکیاں اگر وقت ضائع ہونے کے سبب اس سال امتحان سے رہ جائیں تو کون ذمہ وار ہوگا۔

مسجد اقصیٰ پر انگریزی قبضہ

معاصر پیسہ اخبار بحوالہ ہمدم لکھتا ہے کہ انگریزوں کے دلوں سے مسلمانوں اور مسلمانوں کے جذبات کا احترام اسقدر اُٹھ گیا ہے۔ کہ وہ ان کے خلاف بلاخوف و خطر ہر قسم کے توہین آمیز اقدام کو جائز قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ انگریزی فوج نے مسجد اقصیٰ کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکال کر اس پر خود اپنا قبضہ جما لیا ہے اب مسجد اقصیٰ کی حیثیت صرف ایک فوجی چھاؤنی کی ہو کر رہ گئی ہے۔ علمائے اسلام حفاظ خطیب اور مدرسین کو جبراً مسجد کے حجروں سے نکال دیا گیا ہے۔ ان کی جگہ وہاں پولیس اور فوج بھر دی گئی ہے۔ انگریزوں نے صلیبی جنگوں کے عہد کو از سر نو تازہ کر دیا ہے۔ یہ ابتدا ہے اس مقصد کی کہ مسجد اقصیٰ کو یہودیوں کے حوالے کر دیا جائے۔ تاکہ وہاں پر یہودی ہیکل کی بنیاد رکھ دیں۔

توپوں سے اڑا دیئے گئے

اہل فلسطین کے گھر توپوں سے اڑا دیئے گئے ہیں۔ فلسطین آج صرف بیواؤں اور یتیموں کی بستی رہ گئی ہے۔ کثیر التعداد بوڑھے بچے عورتیں اور مرد صحرا میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ انگریزوں کی توپوں سے اگر مظلومین گھر نہیں بچ سکے۔ تو یہ ظلم کی آخری کڑی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے بعد مساجد اور جوامع کو بھی گولے اور بم برسا کر تباہ کر دیا جائیگا۔ جن اشخاص کے خلاف کوئی جرم عاید کیا جاتا ہے۔ ان سے جرمانہ بڑی بیدردی سے وصول کیا جاتا ہے۔ عورتوں کے زیور بیچ کر زمینیں اور اثاثۃ البیت فروخت یا رہن کرکے جرمانہ وصول کیا جاتا ہے گائے۔ بکری مال مویشی جو ہاتھ آئے جرمانہ میں قرق کر لیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص قلاش محض ہو۔ تو اس سے اقرار نامہ لکھا لیا جاتا ہے۔ کہ جب اس کے پاس کچھ ہوگا۔ جرمانہ ادا کر دیگا۔

مفتی فلسطین کے نام رومانیہ کے اسقفِ اعظم کا ایک خط موصول ہوا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ وہ حرم شریف اور مسجد اقصیٰ کو یہودی کاہنوں کے حوالے کر دیں۔ تاکہ یہود ان میں نماز ادا کریں۔

وصیتیں

ع ۶۰۱۸۔ منکہ عبدالحمید ریلوے آڈیٹر ولد سردار نبی بخش صاحب قوم چوہان پیشہ ملازمت عمر ۴۵ سال تاریخ بیعت جولائی ۱۹۰۳ء ساکن لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۶/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

(۱) میری موجودہ جائیداد صرف ایک ٹکڑہ زمین دو کنال چھ مرلہ قادیان میں ہے جس کی کل قیمت قریباً ایک ہزار روپیہ ہے۔ مگر میرا گذارہ اس پر نہیں۔ بلکہ اس وقت بفضل تعالےٰ میری ماہوار آمد ساڑھے ۳۵۰ حسب ذیل ہے:۔

(الف) پنشن از ریاست پٹیالہ مبلغ ایک سو دس روپیہ ماہوار

(ب) موجودہ تنخواہ مبلغ دو سو چالیس روپیہ ماہوار۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے بعد میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ عبدالحمید ریلوے آڈیٹر ۱۳ نکلسن روڈ لاہور۔ گواہ شد:۔ بشیر احمد ایڈووکیٹ لاہور۔ گواہ شد:۔ عبدالباری ابن موصی۔

ع ۶۰۲۱۔ منکہ حاکم بی بی زوجہ نیک محمد قوم جٹ پیشہ زمینداری عمر قریباً پچاس سال تاریخ بیعت ۱۹۲۱ء ساکن بھینی بانگر ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵/۶/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

میرے مرنے کے بعد جو جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری موجودہ جائیداد دو کنال اراضی زرعی واقع موضع سہاری تحصیل و ضلع گورداسپور میں ہے۔ یہ اراضی میرے لڑکے محمد الدین و چودھری حسین بخش نے بطور عطیہ دی ہوئی ہے اس زمین کی قیمت اندازاً مبلغ یکصد روپیہ ہے۔ اس کے علاوہ میرا مہر مبلغ بتیس روپے میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے۔ مذکورہ بالا جائیداد مبلغ -/-/۱۳۲ روپے کے ۱/۸ حصہ کی وصیت بنام صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ مذکورہ بالا جائیداد کے ۱/۸ حصہ -/۸/۱۶ روپے کی ادائیگی میرے لڑکے مسمی محمد الدین مذکور کے ذمہ ہے۔ انشاء اللہ میری زندگی میں یہ رقم ادا ہو جائیگی ورنہ میرے ورثاء میرے مرنے کے بعد مذکورہ ادائیگی کے ذمہ وار ہونگے۔

العبد:۔ حاکم بی بی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد نیک محمد خاوند موصیہ سکنہ بھینی بانگر نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ محمد الدین بقلم خود ولد چودھری حسین بخش سکنہ سہاری حال موضع بھینی بانگر

ع ۶۰۲۲۔ منکہ محمد حنیف ولد رحیم بخش قوم قاضی پیشہ ملازمت عمر تقریباً ساٹھ سال تاریخ بیعت ۹ مارچ ۱۹۱۵ء ساکن رتو چک ڈاکخانہ چھمال ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۱/۶/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری اس وقت کل جائیداد بصورت نقدی تقریباً اڑھائی ہزار روپیہ ہے۔ لیکن میرا گذارہ اس جائیداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمدنی پر ہے۔ جو مجھے بطور پنشن -/۹/۶۶ روپے ماہوار سرکار سے ملتی ہے۔ میں تازیست اپنی اس ماہوار آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ محمد حنیف پنشنر بقلم خود۔ گواہ شد:۔ قاضی غلام نبی سکنہ دودھو چک حال کارکن اللہ بخش سٹیم پریس قادیان۔ گواہ شد:۔ ہدایت اللہ کارکن اللہ بخش سٹیم پریس قادیان۔

سری نگر۔ کوہ ہمالہ کو سر کرنے کے لئے جرمن پارٹی بیس ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ گئی سری نگر سے تقریباً روزانہ ایک ہوائی جہاز ان کی خبر گیری اور ان تک راشن و ضروری سامان پہنچانے کے لئے جاتا رہا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب یہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ پہاڑ پر برفباری کا سلسلہ جاری ہے

چیدہ خبریں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لاہور۔ ۴ر جولائی۔ ایک ہیجان خیز اطلاع ملی ہے۔ کہ ایک مسلمان اپنی بیوی اور چار پانچ بچوں سمیت سرائے سلطان میں آکر ٹھہرا۔ گوجرانوالہ سے ایک اور شخص ان کے ہمراہ آیا تھا۔ اسی نے تمام کنبہ والوں کو لسی میں دھتورہ ملا کر پلا دیا۔ اور انہیں بے ہوش کرنے کے بعد کنبہ کی نوجوان لڑکی کو بھگا کر لے گیا۔ میاں بیوی اور چار پانچ بچوں کو ہسپتال میں پہنچا دیا گیا۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے۔

لاہور۔ ۴ر جولائی۔ حکومت پنجاب کا ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ:۔
ہفتہ مختتمہ ۲۵ جون ۱۹۳۸ء کے دوران میں ہیضہ کی ۵۲۴ وارداتیں اور اس سے ۲۷۴ اموات ہوئیں۔ اس کے مقابلہ میں ہفتہ ماسبق میں وارداتوں اور اموات کی تعداد علی الترتیب ۷۲۰ اور ۳۹۱ تھی۔ ۱۸ر جون تک ہیضہ کے ٹیکہ کی دوائی ۷۸۱۹۹۷ سی سی مقدار میں تقسیم کی گئی۔ اور ۳۹۷۸۴ اشخاص نے ٹیکے لگوائے۔ متذکرہ بالا اعداد و شمار سے ظاہر ہے۔ کہ ہیضہ کی شدت اور ہلاکت آفرینی میں بتدریج کمی واقع ہو رہی ہے۔ اور اس سے صورت حالات میں قدرے لیکن لگاتار اصلاح ہو گئی ہے۔

—— "بالشویک حکومت کا ایک کارنامہ" کے عنوان سے اخبار پرکاش لکھتا ہے۔ کہ لنڈن کے اخبار "کیتھولک ہیرلڈ" میں ایک سنسنی خیز خبر شائع ہوئی ہے۔ اور وہ یہ کہ جب سے روس میں بالشویک حکومت قائم ہوئی ہے۔ اس وقت سے اب تک ۲۸۰۰۴ پادری موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں۔ اور ۱۵۰۰ پادری جیلوں میں سڑ رہے ہیں۔ ان میں ۲۰ بشپ لاٹ پادری ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں ۵۰۰ پادری بیگار کے لئے سائبیریا بھیجے گئے۔

یہ ہے بالشویک حکومت کا ایک کارنامہ جس کے پیش نظر روس اور اس کے ڈکٹیٹر کو مہذب کہنا لفظ مہذب کا خون کرنا ہے سٹالن کے اپنے الفاظ میں۔ کہ:۔ "تیرے ایک اشارہ سے سوویٹ روس کے تمام گرجے گرائے جا سکتے ہیں۔ لیکن لوگوں کے دل کی گہرائیوں میں جو گرجے بن چکے ہیں۔ انہیں گرایا نہیں جا سکتا۔ اور نہ ان سے خدا کو نکالا جا سکتا ہے"۔ اپنے اندر ایک ایسی حقیقت رکھتے ہیں جو کبھی فراموش نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ ہی پادریوں کے خاتمہ سے مذہب اور خدا کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ ان سب انسانیت سوز مظالموں کے باوجود خدا اور مذہب روس میں گھس رہے ہیں۔ اور اپنی جگہ گرجوں میں نہیں لوگوں کے دلوں میں بنا رہے ہیں۔

سترہ لاکھ کی خیرات

بمبئی کے سیٹھ من سکھ لال چھگن لال جو مرتے وقت خیراتی کاموں کے لئے بیس لاکھ روپیہ چھوڑ گئے تھے۔ اس رقم میں سے ان کی بیوہ نے ۹ لاکھ روپیہ گورنمنٹ بمبئی کو اس لئے دیا ہے۔ کہ اس سے دو انسٹی ٹیوشن ان کے شوہر کے نام پر کھولے جائیں۔ ایک میں مویشیوں کی داشت اور دیہاتیوں کی صحت کی سائنس کی تعلیم دی جائے گی۔ اور دوسرے میں ہندی اور سنسکرت کے ریسرچ کا کام ہوگا۔ ان انسٹی ٹیوشنوں کے لئے سیٹھ مونگالال گوئینکا نے بھی آٹھ لاکھ روپیہ دیا ہے۔ دیہات سدھار اور ہندی سنسکرت کی ترقی کے لئے ۱۷ لاکھ کا یہ گرانقدر عطیہ مسلمانوں اور امرائے اسلام کے لئے سبق آموز ہے۔

کراچی میں ہندو عورتوں کا ایک "روحانی منڈل" قائم ہوا ہے۔ جس میں شامل ہونے والی عورتوں نے اپنے خاوندوں کو نوٹس دے دیا ہے کہ "ہمارا آج سے تمہارے ساتھ بیوی کا رشتہ منقطع ہوتا ہے۔ اور کہ تم اگر چاہو۔ تو دوسری شادی کر سکتے ہو"۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس منڈل کی ممبر ایسی عورتیں بھی ہیں۔ جن کے کئی کئی بچے ہیں۔ اور کئی کئی برس شادی کئے ہو گئے ہیں۔

—— شاہ فاروق والئے مصر کی بڑی بہن کی شادی شہزادۂ ایران سے ہونی قرار پائی ہے۔ اس نسبت پر بعض مولویوں نے فتوے دیا ہے۔ کہ یہ شادی از روئے شریعت ناجائز ہے۔ لیکن جامع ازہر کے مفتی اعظم نے ان فتووں کو رد کر کے اس رشتہ کو دنیائے اسلام کے لئے ایک برکت قرار دیا ہے۔

—— قاسم علی بیگ ضلع پشاور کی اطلاع ہے۔ کہ ایک سکھ دوکاندار کی لڑکی نے اپنی نانی کے ساتھ کچھ تکرار کی۔ معاملہ حدِ اعتدال سے بڑھ گیا۔ لڑکی کو غصہ جو آیا۔ جھٹ بندوق اٹھا کر نانی صاحبہ پر فائر کر دیا۔ نانی صاحبہ اپنی "بہادر دوہتی" کو دعائیں دیتی ہوئی عدم سدھار گئی۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بہادر لڑکی نے ابھی نشانہ بازی سیکھی ہوگی۔ اور ابھی تک اسے اپنی نشانہ بازی کے امتحان کا موقعہ نہ ملا ہوگا۔ پہلا موقعہ جونہی ملا۔ اس نے ایسا نشانہ لگایا۔ کہ چوکا نہیں۔

لاہور۔ ۵ر جولائی۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ وزیر تعلیم پنجاب نے حکم جاری کیا ہے۔ کہ کسی سکول کو چھ ہزار سے زیادہ گرانٹ نہ دی جائے اس حکم کی زد میں بیس بائیس سکول آتے ہیں۔

لاہور۔ ۵ر جولائی۔ پنجاب کے تین وزرا سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم مسٹر منوہر لال فنانس منسٹر اور میاں عبد الحی وزیر تعلیم کے لئے بنگلے تعمیر کئے جانے کی منظوری ہو گئی ہے۔ ان پر ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ خرچ ہوگا۔

بمبئی۔ ۵ر جولائی۔ آج شام کو بمبئی پراونشل کانگرس کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ جس پر مسٹر مسانی نے ریزولیوشن پیش کیا۔ کہ کانگرس اور لیگ کے درمیان گفت و شنید مصالحت بند کی جائے۔ مگر ریزولیوشن گر گیا۔

لاہور۔ ۵ر جولائی۔ آج لاہور ہائیکورٹ نے دہلی کی مشہور سوشلسٹ ورکر شریمتی ستیاوتی کی اپیل مسترد کر دی۔ اور زیر دفعہ ۱۲۴ الف تعزیرات ہند کے ماتحت انہیں جو سزا ہوئی تھی۔ اسے بحال رکھا۔

نابھ ۴ر جولائی۔ پھول ریاست نابھ میں کانگرس کمیٹی کے زیر اہتمام قومی جھنڈا لہرایا گیا۔ اور پریذیڈنٹ کونسل نابھ نے جھنڈا لہرانے کی رسم کو غیر ذمہ دارانہ اور مجرمانہ حرکت قرار دے کر دو اپیل نگاران کے لائسنس ضبط کرنے کا حکم دیا ہے۔

ٹوکیو۔ ۶ر جولائی۔ چین اور جاپان کی جنگ کی پہلی سالگرہ کے سلسلہ میں جاپانی لوگوں سے اپیل کی گئی ہے۔ کہ وہ چین کے خلاف جہاد کو کامیاب بنانے کے لئے مزید قربانیاں کرنے کو تیار رہیں۔ ہانکو جلدی فتح ہو جائیگا۔ اس جنگ میں جاپان کے ۳۶۶۲۹ اور چین کے ۵۱۰۰۹ اشخاص ہلاک ہوئے۔

ہانکو۔ ۴ر جولائی۔ مارشل چیانگ کائی شیک نے کہا کہ ایک معمولی چینی تک تمام چینی قوم ہانکو کی حفاظت کرنے پر تلی ہوئی ہے چینی ایک ایک انچ جگہ کے لئے کٹ مریں گے۔ اور اس لڑائی میں جاپانی فوج کو شدید نقصان پہنچائیں گے۔ یہ لڑائی جاپان کے ساتھ چین کی فیصلہ کن جنگ ہوگی۔

—— ریاست پٹیالہ میں تلوار کو لائسنس سے مستثنےٰ قرار دے دیا گیا ہے۔

—— یو۔ پی کے سکھوں نے گورنمنٹ سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ انہیں ایک اقلیت تسلیم کیا جائے۔

—— ۶ر جولائی کے پنجاب اسمبلی اجلاس میں سپیکر نے رائے بہادر مکند لال پوری کو باہر نکال دیا۔

—— یو۔ پی گورنمنٹ نے ایک ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز کو اس لئے برخاست کر دیا ہے۔ کہ اس نے سکولوں کی عمارتوں سے کانگرسی جھنڈا اتارنے کا حکم دیا تھا۔

—— ہندو یونیورسٹی کو مہاراجہ بلرام پور نے ۷۵ ہزار روپیہ دان دیا ہے۔

—— صوبہ بہار سے چھوٹا ناگپور کی علیحدگی کی تحریک کی جا رہی ہے۔

—— بہار میں بندش شراب کا تجربہ نہایت کامیاب رہا ہے۔

—— گورنمنٹ ہائی سکول مردان سے ہندی سنسکرت اڑا دیئے جانے کی افواہ ہے۔

—— امریکہ میں یوم آزادی پر چار سو چھتر اشخاص حادثوں سے ہلاک ہو گئے۔

—— جرمنی میں یہودیوں سے سودا خریدنے والی جرمن عورتوں کو طلاق دیا جا رہا ہے۔

حیدر آباد۔ اسمبلی میں اس مطلب کا ایک بل پیش ہونے والا ہے۔ کہ کم سنی کی شادیوں کو روک دیا جائے۔ اس وقت اس مملکت دکن میں ۵ سال سے کم عمر کی ۳۰۷۴ بیوائیں اور ۱۷۷۸ رنڈوے پانچ سال سے کم عمر کے ہیں۔

ناہن۔ ایک جاگیر دار کا خانساماں پاگل ہو گیا۔ اور اس نے جاگیر دار کے خاندان کے ۵۔ افراد اور دیگر ۸۔ افراد کو گولی سے ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد بندوق لے کر کھیتوں میں چلا گیا۔ اور ایک مسلح سنتری نے تعاقب کر کے اس کو گولی